عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

محرم الحرام ۱۴۲۷ھ
فروری 2006ء

جلد ۳۹/۱۰
شمارہ ۱

میراتھن ریس.... باجوڑ میں امریکی بمباری

سیدنا فاروق اعظمؓ .... سیرت وسوانح

حق اور ہدایت کا راستہ ....

واقعہ کربلا .... تاریخی پس منظر

مباحثہ ایبٹ آباد ....

www.khatm-e-nubuwwat.com
Email: mahanamalolaak@yahoo.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ لولاک ملتان

شمارہ ۱ .... جلد ۳۹/۱۰

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ — مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ — مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ — فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ — حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ — شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ — حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

زیر سرپرستی: خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم

زیر سرپرستی: پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مد ظلہ العالی

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ طارق محمود

ایڈیٹر: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سرکولیشن منیجر: رانا محمد طفیل جاوید

منیجر: قاری محمد حفیظ اللہ

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا صاحبزادہ عزیز احمد
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا عزیز الرحمن ثانی	مولانا فقیر اللہ اختر
مولانا مفتی حفیظ الرحمن	مولانا محمد نذر عثمانی
مولانا قاضی احسان احمد	مولانا غلام حسین
مولانا محمد طیب فاروقی	مولانا محمد اسحاق ساقی
مولانا محمد قاسم رحمانی	مولانا غلام مصطفےٰ
مولانا عبدالستار حیدری	مولانا عبدالحکیم نعمانی
چوہدری محمد اقبال	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا محمد حسین ناصر	مولانا عبدالرزاق

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

ناشر: صاحبزادہ طارق محمود — مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان — مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمتہ الیوم!

پھر میراتھن ریس!	صاحبزادہ طارق محمود	3
باجوڑ میں امریکی بمباری کے خلاف احتجاج	صاحبزادہ طارق محمود	4

مقالات ومضامین!

حضرت فاروق اعظمؓ......سیرت وسوانح	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	5
حضرت اور ہدایت کا راستہ	مولانا محمد اقبال رنگونی	11
محبت کا کرشمہ	مولانا ابوالکلام آزادؒ	16
واقعہ کربلا کا تاریخی پس منظر	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	30

ردقادیانیت!

مباحثہ ایبٹ آباد	مولانا اللہ وسایا	34
مرزا غلام احمد قادیانی کی متضاد باتیں	حاجی اشتیاق احمد	47
واقعہ کربلا کا تاریخی پس منظر	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	30

متفرقات!

جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	51
مسافران آخرت	ادارہ	54
تبصرہ کتب	ادارہ	55

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

پھر میراتھن ریس!

موجودہ حکومت ایک تسلسل کے ساتھ امریکہ ویورپ کی خوشنودی کے لئے اسلامی تہذیب اور دینی اقدار کو مٹانے کے درپے ہے۔ جنرل پرویز مشرف کمال اتاترک کے نظام کو متعارف کروانے کے لئے شروع دن سے کوشاں ہیں۔ جس خلافت عثمانیہ کے زوال پر ترکی میں اذان' پردہ' قرآن' داڑھی اور دیگر شعائر اسلامی کو ختم کیا گیا۔ مادر پدر آزادی' جنسی بے راہ روی کو پروان چڑھایا گیا۔ پاکستانی معاشرہ کو اسی قالب میں ڈھالنے کے لئے کوششیں کی جارہی ہیں۔ بسنت' نیوائیر نائٹ' ویلنٹائن ڈے جیسے ہندوانہ اور یورپی کلچر کو مدغم کر کے اسلامی تشخص کو ختم کیا جارہا ہے۔ مذہب سے دور اور دین سے بیگانہ کرنے والے ایسے کلچر کی سرکاری طور پر سرپرستی کی جارہی ہے۔ میراتھن ریس دراصل اسی کلچر کو فروغ دینے کی ایک کڑی ہے۔ حکومت کی یہ روش مسلم معاشرہ اور دوقومی نظریہ کے یکسر خلاف ہے۔ جنرل پرویز مشرف کئی بار کہہ چکے ہیں کہ چند رجعت پسند' بنیاد پرست ترقی کی راہ میں حائل ہیں۔ یہ روشن خیالی اور ترقی نہیں کہ قوم کی بچیوں بیٹیوں کو نیکریں پہنا کر مردوں کے دوش بدوش دوڑایا جائے۔

حکومتی حلقے میراتھن ریس کے حوالے سے یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی زلزلہ زدگان پر خرچ کی جائے گی۔ ثواب کا یہ طریقہ کتنا مسحور کن ہے کہ نیکی کے کام کے لئے بدی کا راستہ اختیار کیا جائے۔ حکومت کے پاس کیا جواب ہے کہ بیرون ممالک سے آنے والی امداد کیا ابھی تک زلزلہ زدگان تک پہنچ پائی ہے؟۔ حالیہ زلزلہ کے موقع پر قوم نے بلاشبہ 1965ء کے جذبہ کی یاد تازہ کردی ہے۔ اب بھی حکومت کو زلزلہ سے متاثر ہونے والوں کے لئے مزید امداد کی ضرورت ہے تو حکومت ایک بار قوم سے اپیل کر کے دیکھ لے۔ قوم کے جذبات مردہ نہیں زندہ ہیں۔ میراتھن ریس سے حکومت ان بیچاروں کی کیا مدد کرے گی۔ ساٹھ لاکھ روپے ریس میں حصہ لینے والے کھلاڑیوں کے انعامات کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ آمدنی کیا ہوگی اور متاثرین کو دینے کے لئے کیا بچے گا؟۔ تفریح کوئی بری چیز نہیں۔ قابل اعتراض پہلو یہ ہے کہ قوم کی بچیوں کو سڑکوں پر نیم برہنہ کر کے دوڑایا جائے۔ غیر مردوں کو دعوت نظارہ دی جائے۔ پھر ان کی وڈیو فلمیں دشمنان اسلام کو دکھا کر روشن خیالی اور ترقی کی سند حاصل کی جائے۔

وزیراعلیٰ پنجاب کو یاد ہوگا۔ انہوں نے گزشتہ برس گوجرانوالہ میں میراتھن ریس کے موقع پر عوامی غیض وغضب کے پیش نظر اعلان کیا تھا کہ آئندہ پنجاب میں میراتھن ریس کا انعقاد نہیں ہوگا۔ اب پھر اہل لاہور نے اپنے دلی جذبات کا اظہار کردیا ہے۔ حکومت پنجاب کو نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہئے۔ اس میں قوم' ملک اور خود حکومت کی بہتری ہے۔

امریکی بمباری کے خلاف احتجاج!

باجوڑ پر امریکی بمباری اور مخلوط میراتھن ریس کے انعقاد کے خلاف متحدہ مجلس عمل کی اپیل پر ملک بھر میں 27 جنوری جمعۃ المبارک کو یوم احتجاج منایا گیا۔اس موقع پر احتجاجی مظاہرے بھی کیے گئے۔مجلس عمل کے متعدد رہنماؤں کو منصورہ میں محصور کر دیا گیا۔لاہور میں ہونے والے احتجاجی مظاہرے کے دوران پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔آنسو گیس کے گولے پھینکے۔مجلس عمل کے ترجمان کے مطابق 500 کارکنوں کو گرفتار کیا گیا۔باجوڑ پر امریکی اندھا دھند بمباری اور میراتھن ریس کے خلاف یوم سیاہ کے موقع پر قائدین نے خطاب کرتے ہوئے امریکی بمباری کی شدید مذمت کی اور اعلان کیا کہ ملک بھر میں پھیلائی جانے والی فحاشی‘ عریانی اور مادر پدر آزادی کے خلاف مزاحمتی تحریک جاری رہے گی۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ حکومت نے امریکہ بھارت نواز پالیسی ترک نہ کی اور سوچی سمجھی سازش کے تحت پھیلائی جانے والی بے راہ روی کا سدباب نہ کیا تو حکومت کے خلاف تحریک سول نافرمانی شروع کی جائے گی۔باجوڑ میں امریکی بمباری کے خلاف قبائلی علاقوں میں شدید ردعمل کا مظاہرہ ہوا۔باجوڑ میں امریکی بمباری میں شہید ہونے والوں کی تدفین کے موقع پر شدید غم وغصہ کا اظہار کیا گیا۔متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں نے اس واقعہ کے خلاف اور قبائلی علاقہ کے عوام سے اظہار یکجہتی کے لئے نمائندہ وفد بھیجا۔شبقدر میں مجلس عمل کے رہنماؤں نے ایک احتجاجی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے امریکی بمباری کو بزدلانہ اقدام قرار دیا۔یاد رہے کہ وزیراعظم کے دورہ امریکہ سے قبل امریکی طیاروں کی بمباری دیدہ دانی کے مترادف ہے۔وزیراعظم نے دورہ امریکہ کی افادیت اور اہمیت جتلاتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ ایسے واقعہ کے بعد امریکہ کا دورہ ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔دفتر خارجہ کے ترجمان کے مطابق اس واقعہ کے خلاف امریکہ سے احتجاج کیا گیا ہے۔جبکہ امریکی متعلقہ وزارت کی جانب سے اس امر کی وضاحت کی گئی کہ حکومت پاکستان نے سرکاری سطح پر کسی قسم کا احتجاج نہیں کیا۔وزیراعظم کے دورہ امریکہ کے موقع پر ان کے ہمراہ جانے والے سرکاری وفد کی امریکی پذیرائی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔اخباری اطلاعات کے مطابق پورے وفد کی جامہ تلاشی کے لئے ائیرپورٹ پر ایک شامیانہ نصب کیا گیا۔جہاں قطار میں گھنٹوں بھر کھڑے کر کے باری باری معززین وفد کے صبر اور ان کی خودداری کا امتحان لیا گیا۔وزیراعظم کے وفد نے اطاعت اور قناعت کا قابل رشک مظاہرہ کر کے وفاداری اور غلامی کا عملی ثبوت پیش کیا۔امریکی احکامات کی فوری تعمیل اور اس کی وضع کردہ پالیسیوں پر ہماری حسن کارکردگی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ پاکستان واقعتاً امریکہ کا 53واں صوبہ ہے۔وہ نہ صرف ہمارے ہاتھوں اپنی بات پر عمل درآمد کرواتا ہے بلکہ باجوڑ کے نہتے عوام پر خود بھی بمباری کر کے اپنی تسکین بھی حاصل کرتا ہے۔ایک آزاد وخود مختار ملک کے لئے بیرونی جارحیت اس کی وحدت‘ سلامتی اور بقاء کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ملکی وقار کا تقاضا یہ تھا کہ وزیراعظم دورہ امریکہ کی منسوخی کا اعلان کرتے۔تاکہ امریکہ کو دوبارہ ایسے اقدام کی جرات نہ ہوتی۔لیکن وزیراعظم نے دورہ امریکہ کو پاکستان کی عزت ووقار پر ترجیح دی۔افسوس کہ صدر مملکت نے بھی اس موقع پر ملی غیرت اور قومی حمیت کا مظاہرہ نہ کیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ...... سیرت وسوانح!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

دارالندوہ میں مشرکین مکہ کی کابینہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ ابوجہل کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر نیا دین بنالیا ہے۔ ہمارے خداؤں کی برملا توہین وتنقیص کی جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ بت کچھ نہیں کرسکتے۔ اپنے خداؤں کی تردید ناقابل برداشت ہوتی جارہی ہے۔ کون ہے جو محمد ﷺ کا قصہ تمام کردے۔ ایک نوجوان اپنے آپ کو پیش کرتا ہے کہ یہ قومی فریضہ ادا کرنے کے لئے میں حاضر ہوں۔

ادھر رحمت دوعالم ﷺ جھولی پھیلا کر دعا فرما۔ تے ہیں کہ: ''اللھم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب اوبابی جبل بن الھشام۔ '' ترجمہ:...... ''یااللہ عمر بن خطاب یا عمرو ابن الہشام (ابوجہل) میں سے جو تیرے نزدیک بہتر ہو اسے ہدایت عطا فرما کر اسلام کی تائید ونصرت کا انتظام فرما۔'' (ترمذی شریف)

ایک صحابی دیکھتے ہیں کہ نوجوان عمر ابن خطاب ننگی تلوار لے کر بپھرے ہوئے شیر کی طرح دارارقم (جہاں حضور ﷺ قیام فرما ہیں) کی طرف رواں دواں ہے۔ صحابی فرماتے ہیں کہ: ''عمر خیر تو ہے کہ تیور بدلے ہوئے ہیں۔ غصہ سے چہرہ لال پیلا ہو رہا ہے۔ آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے۔'' نوجوان کہتا ہے کہ: ''محمد (ﷺ) نے پوری قوم کو پریشان کررکھا ہے۔ آپ کا سر قلم کرنے جارہا ہوں۔'' صحابی فرماتے ہیں کہ: ''پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر تولو جو اسلام قبول کرچکے ہیں۔'' نوجوان عمر اپنی ہمشیرہ فاطمہ بن خطاب کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اندر سے قرآن پاک کی آواز سے نوجوان کے غصہ میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ دروازہ کھلتے ہی اپنی بہن پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ مار مار کر لہولہان کردیتا ہے۔ بہنوئی آتے ہیں تو انہیں بھی مارنا شروع کردیتا ہے۔ بہن فرماتی ہیں کہ جس ماں کو تو نے دودھ پیا ہے اسی کا میں پیا ہے۔ جس باپ کا تو بیٹا ہے اس کی میں بیٹی ہوں۔ اب جان تو جاسکتی ہے لیکن ایمان نہیں جاسکتا۔ بہن کے لہولہان جسم کو دیکھ کر ترس آتا ہے اور نوجوان کہتا ہے کہ سناؤ تم کیا پڑھ رہی تھیں اور مجھے بھی دکھلاؤ۔ تاکہ میں بھی پڑھ سکوں۔ بہن جواب دیتی ہے کہ یہ کلام مقدس ہے۔ اسے ناپاک ہاتھ نہیں لگ سکتے۔ چنانچہ نوجوان جا کر غسل کرتا ہے۔ کپڑے بدلتا ہے اور حضور ﷺ کے در دولت پر حاضر ہونے کے لئے رواں دواں ہے۔ اسی طرح ہاتھ میں تلوار ہے۔ صحابہ کرامؓ پریشان ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ:

آتا ہے تو آنے دو بچھادو پلکیں راہوں میں
وہ پہلا سا نہیں لگتا' بن کر دعاؤں کا جواب آیا

گویا عمر قاتل بن کر نہیں آرہا بلکہ محمد ﷺ کی دعاؤں کا جواب بن کر آرہا ہے۔ عمر بن خطابؓ آکر اسلام قبول

کرتے ہیں جس سے دارارقم میں اللہ اکبر! کی صدا بلند ہوتی ہے۔

نماز کا ٹائم ہوتا ہے تو حضور ﷺ نماز کی تیاری فرماتے ہیں اور صفیں تیار کی جاتی ہیں۔ حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کیا پروگرام ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنی ہے۔ حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں کہ بیت اللہ شریف میں کیوں نہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تیری قوم بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھنے دیتی۔ حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں کہ عمرؓ بھی مسلمان ہو اور نماز چھپ کر۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ کعبۃ اللہ میں نماز ادا کی جاتی ہے اور حضرت عمرؓ اعلان فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کرانا ہو تو میدان میں آئے۔

آپ کا نام عمرؓ۔ والد کا نام خطاب۔ والدہ کا نام خنسہ۔ آپ کا تعلق عدی ابن کعب قبیلہ سے تھا جو قبائل عرب کے سربرآوردہ قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے۔ آپ عام الفیل سے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

حضرت عمرؓ کے فضائل ومناقب

۱..... اللہ رب العزت نے حضرت فاروق اعظمؓ کو حق کی حمایت کا جذبہ عطا فرمایا تھا۔ حق بات کہنا' حق بات کی تائید کرنا حضرت عمرؓ کی فطرت میں داخل تھا۔ چنانچہ رحمت دو عالم ﷺ کا فرمان ہے۔ان اللہ جعل الحق علی لسان عمرؓ وقلبہ! یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق بات کو رکھ دیا ہے۔ (مشکوٰۃ ص۵۵۷ نور محمد دہلی)

۲..... حضرت محمد ابن حنفیہ نے اپنے والد محترم حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ سے دریافت کیا کہ:ای الناس خیراً بعد النبی ﷺ قال ابوبکرؓ قال ثم من قال عمرؓ! یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ دوبارہ سوال کیا کہ ان کے بعد کون ہے۔ فرمایا کہ حضرت عمرؓ۔ (بخاری ج۱ ص۵۱۸ مطبوعہ دہلی)

۳..... حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اچانک حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:ھذان سیدان کھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین یاعلی لاتخبرھما! یعنی انبیائے علیہم السلام کے علاوہ یہ تمام پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہیں۔ (مسند احمد ص۸۰ جلد اول)

۴..... حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ:ان اول من یدخل الجنۃ من ھذہ الامۃ ابوبکرؓ وعمرؓ! یعنی مذکورہ بالا دونوں بزرگ پوری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

۵..... غزوہ احد کے موقع پر جناب ابوسفیان سالار قریش درہ کے قریب پہنچ کر اعلان کرتا ہے کہ تم میں محمد (ﷺ) ہیں۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے پھر حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کا نام لے کر پوچھا کہ دونوں موجود ہیں۔ جب کوئی جواب نہ آیا تو اس نے کہا کہ ضرور یہ حضرات مارے گئے ہیں۔ اس پر حضرت فاروق اعظمؓ سے نہ رہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ او دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ اغل حبل! یعنی جبل کی جے۔

جبل بلند ہو۔ اس پر حضورﷺ کے حکم پر فرمایا کہ اللہ اعلیٰ واجل!

مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت

حضرت سیدنا عمر ابن خطابؓ کے قبول اسلام کے بعد قریش کی سختیوں میں اضافہ ہوگیا تو حضرات صحابہ کرامؓ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملی۔ اکثر صحابہ کرامؓ نے رات کی تاریکی یا چھپ چھپا کر ہجرت کی۔ لیکن حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ نے علی الاعلان ہجرت کی۔ صرف اکیلے ہی نہیں بلکہ بیس آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہجرت کی۔ بلکہ ہجرت کے وقت نہایت اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور فرمایا جو تم میں سے اپنی ماں کو بغیر بیٹے کے اور اپنے بیٹے کو یتیم اور بیوی کو بیوہ کرانے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس وادی سے دوسری طرف آ کر میرا مقابلہ کرے۔ (تاریخ الخلفا للسیوطی)

رحمت دو عالمﷺ نے مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین اور مقامی حضرات انصار کے درمیان مواخات قائم فرمادی۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ کو ایک مرتبہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور دوسری مرتبہ حضرت سیدنا عثمان ابن مالکؓ میں مواخات (بھائی چارہ) قائم فرمائی۔

ہجرت نبویﷺ کے بعد جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو اپ نے غزوہ بدر میں شرکت فرمائی اور اپنے ایک کافر ماموں کو قتل کر کے بتلایا کہ اسلام کا دشمن عمرؓ کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اس غزوہ میں ستر عمائدین قریش قتل اور ستر گرفتار ہوئے۔

غزوہ احد میں جب سرکار دو عالمﷺ شدید زخمی ہوئے تو اس وقت تیس صحابہ کرامؓ آپﷺ کے اردگرد جانثاری و جانبازی کے جوہر دکھلاتے رہے۔ ان میں حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ پیش پیش تھے۔

سسرالی رشتہ

حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ بیوہ ہوگئیں تو رحمت دو عالمﷺ نے حضرت حفصہؓ کو اپنے نکاح میں لے کر حضرت فاروق اعظمؓ سے سسرالی رشتہ قائم فرمادیا۔

غزوہ بنی المصطلق، غزوہ احزاب اور صلح حدیبیہ میں آپ رحمت دو عالمﷺ کے وزیر و مشیر کی حیثیت سے شریک رہے اور ایسے ہی غزوہ خیبر میں آپ آنحضرتﷺ کے شانہ بشانہ شریک رہے۔ عمرۃ القضاء میں شریف سفر تھے۔

فتح مکہ

رحمت دو عالمﷺ ۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری مطابق ۲۲ دسمبر ۶۱۹ء کو دس ہزار نفوس قدسیہ کے ساتھ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ بغیر لڑائی کے فتح ہوا اور روساء قریش صفا پہاڑی پر دھڑا دھڑ تشریف لا کر اسلام قبول کر رہے تھے اور سرور دو عالمﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کر رہے تھے۔ جب عورتوں کی باری آئی تو حضورﷺ کے حکم پر

حضرت عمرؓ نے خواتین سے بیعت لی۔ غزوہ حنین اور غزوہ تبوک میں شرکت فرمائی۔ سرور دو عالم ﷺ کے چندہ کی اپیل پر آپ نے اپنے گھر کا آدھا مال آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ غرضیکہ حضرت فاروق اعظمؓ نے تمام غزوات میں رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ پابرکاب رہے۔

وفات نبوی ﷺ

رحمت دو عالم ﷺ کی وفات حسرت آیات کا سانحہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری چاشت کے وقت ہوا۔ جس سے حضرات صحابہ کرامؓ پر عجیب و غریب کیفیات وارد ہوئیں۔ خود حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ تلوار ننگی کر کے میدان میں آئے اور یہ اعلان کیا کہ جو یہ کہے گا کہ حضور ﷺ انتقال فرما گئے ہیں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ اتنے میں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ کو سہارا دیا اور ایسی عجیب و غریب تقریر فرمائی کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو حضور ﷺ کی وفات کا یقین ہو گیا۔

خلافت صدیقی

سرور دو عالم ﷺ کی تجہیز و تکفین کی تیاری ہو رہی تھی کہ کسی نے آ کر اطلاع دی کہ انصار ’’ثقیفہ بنی ساعدہ‘‘ نامی ڈیرہ پر خلافت کے مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ انصاری کوئی فیصلہ کر بیٹھیں جو افتراق و انتشار کا باعث بن جائے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ نے ان تمام حالات سے حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کو باخبر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ ابن جراحؓ کی معیت میں تصفیہ کے لئے تشریف لے گئے اور فی البدیہ ایسی تقریر فرمائی کہ حضرات صحابہ کرامؓ مہاجرین و انصار آپ کی بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے اور حضرت ابوبکرؓ بالاتفاق خلیفۃ الرسول منتخب ہو گئے۔ اولین بیعت کرنے والوں میں حضرت عمرؓ سرفہرست نظر آتے ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے ربیع الاول سن ۱۱ ہجری زمام خلافت سنبھالی تو وہ وقت نہایت نازک، کٹھن اور صبر آزما تھا۔ ایک طرف حضور ﷺ کی وفات کا صدمہ تازہ تھا۔ دوسری طرف جھوٹے مدعیان نبوت، ارتداد، مانعین زکوٰۃ کے فتنے سر اٹھا رہے تھے۔ خلیفۃ الرسول بلافصل حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ایک ایک کر کے تمام فتنوں کا مقابلہ کیا اور امت مسلمہ کی کشتی کو گرداب سے باہر نکالا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ قدم قدم پر حضرت صدیق اکبرؓ کے وزیر و مشیر نظر آتے ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی وفات اور آپ کی خلافت

رحمت دو عالم ﷺ کی جدائی کے صدمہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اندر ہی اندر گھلتے جا رہے تھے۔ آپ نے ۷ جمادی الاخریٰ سن ۱۳ ہجری کو غسل فرمایا۔ شدید سردی میں غسل کی وجہ سے آپ کو بخار ہو گیا جو پندرہ روز تک رہا۔ کمزوری کے باوجود آپ مسجد نبوی میں نماز پڑھاتے رہے۔ تاآنکہ کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ آپ کے لئے مسجد میں جانا مشکل ہو گیا اور حضرت سیدنا عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اپنی بیماری کے پیش نظر خلافت کے مسئلہ پر غور و فکر شروع کر دیا۔ آسان

صورت یہ تھی کہ حضور ﷺ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں پر چھوڑ دیتے۔ لیکن ثقیفہ بنی ساعدہ کا مسئلہ آپ کے سامنے تھا۔ تو آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو بلا کر ان سے مشورہ لیا اور اپنا رجحان بیان کیا کہ حضرت عمرؓ کو خلافت کے لئے نامزد کردوں تو بعض صحابہ کرامؓ نے حضرت عمرؓ کی سخت مزاجی کا ذکر فرمایا۔ فرمایا کہ ان کی سختی اس وقت تھی جب میں نرم تھا۔ ان کی سختی اور میری نرمی مل کر اعتدال پیدا کردیتی تھی اور جب خلافت کا بوجھ ان کے کندھوں پر آئے گا تو ان کی سختی خود بخود نرمی سے بدل جائے گی۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرنے کے لئے مرض الوفات میں وصیت نامہ تحریر کرایا اور حضرت عثمانؓ کو حکم فرمایا کہ آپ مسجد نبوی میں تشریف لے جا کر اس وصیت نامہ کو پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے کہا کہ اس کاغذ میں جس شخص کی تجویز ہوچکی ہے۔ کیا اس کے حق میں آپ بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سب حضرات نے کہا کہ ہمیں تسلیم ہے۔

جبکہ حضرت سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ: لانرضیٰ الا ان یکون عمر ابن الخطابؓ! (اسد الغابہ ج۴ ص۷۰)

بلکہ اسد الغابہ میں مذکورہ بالا صفحہ پر تحریر ہے کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے گھر کے دریچہ سے جھانک کر فرمایا کہ خلافت کے بارہ میں نے ایک عہد تحریر کیا ہے۔ کیا تم اس پر رضامند ہو۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہم رضامند ہیں۔ تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ: قال علی الانرضی الاان یکون عمر ابن الخطابؓ! (تاریخ الخلفا للسیوطی ص۱۰۳ مطبوعہ دہلی)

خلافت فاروقی کا آغاز

حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت سنبھالنے کے بعد فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ ایران و عراق فارس و روم کے بیسیوں شہر اور صوبے اسلام کی قلمرو میں شامل ہوئے۔ مدائن، شام، دمشق، حمص، قنسرین، بیت المقدس، اصفہان، ہمدان، رے، آذربائیجان جیسے اہم ممالک اور صوبوں پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ نے دس سال چھ ماہ چار دن امیر المومنین کی حیثیت سے گزارے۔ حضرت عمرؓ کا دور خلافت اسلام کا سنہری دور ہے کہ شیر اور بکریاں ایک ہی گھاٹ سے پانی پیتے تھے۔ ہر طرف عدل وانصاف کا دور دورہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایسی حکومت کی نہ ان سے پہلے کوئی ایسی حکومت کرسکا اور نہ بعد میں کسی نے کی اور نہ کوئی کرسکے گا۔

حضرت عمرؓ نے مدینہ طیبہ میں بیٹھ کر مصر، شام، عراق اور ایران پر اسلامی فوجوں کو اسطرح لڑایا کہ ہر محاذ پر کامیابی سے ہمکنار کیا۔ جہاں آپ ایک عظیم سپہ سالار تھے وہاں فقیہ اعظم اور مجتہد اکبر بھی تھے۔ طاقت وروں سے کمزوروں کو حق دلواتے۔ غرضیکہ اللہ رب العزت نے حضرت عمرؓ میں بہت سی خوبیوں کو جمع کردیا تھا۔ جب حضرت عمرؓ کی عمر تریسٹھ سال کے لگ بھگ ہوئی تو سلطنت اسلامی کی وسعت کی وجہ سے آپ کی راتوں کا سکون اور دن کا چین اڑنے لگا۔ ایک رات حضرت عمرؓ ایک وادی سے گزر رہے تھے کہ چاند پر نظر پڑی اور فرمایا کہ انسان بھی چاند کی طرح ہے۔ پھر

ایک ٹھنڈا سانس لے کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اللھم انی اسئلك شھادة فی سبیلك ووفاة فی بلد حبیبك! اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے۔ ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں۔ قوتیں ایک ایک کر کے جواب دے رہی ہیں اور مملکت کی سرحدوں کی وسعت ہونے کی وجہ سے رعایا پھیل گئی ہے۔ اب مجھے اپنے پاس بلالے۔ اس حال میں کہ میرا دامن عجز وملامت سے پاک ہو۔ نیز یہ بھی دعا فرمائی کہ: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت کی موت نصیب فرما اور اپنے محبوب ﷺ کے مدینہ طیبہ میں تدفین نصیب فرما۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ مکہ مکرمہ سے واپسی کے بعد آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں سرور دوعالم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ:

''لوگو! میں نے ایک خواب دیکھا ہے جسے اپنی موت کا پیام سمجھتا ہوں۔ دیکھا کہ ایک سرخ رنگ کے مرغ نے مجھے دو ٹھونگیں ماری ہیں۔ اے لوگو! تم پر احکام فرض کر دیئے گئے ہیں۔ تمہارے لئے قانون حیات مرتب کر دیا گیا اور تمہیں ایک کھلی شاہراہ پر ڈال دیا گیا اور اب یہ اور بات ہے کہ تم لوگوں کو ادھر ادھر بھٹکاؤ۔'' (طبقات ابن سعد ج۳ ص۳۳۴، ۳۳۵)

طبری وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت سیدنا عمر ابن خطابؓ سفر حج سے واپس تشریف لائے اور بازار کا گشت فرما رہے تھے تو آپ سے ابولولو فیروز مجوسی ایرانی ملا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین! مجھے مغیرہ ابن شعبہؓ سے بچایئے۔ یہ مجھ سے بہت خراج لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اسے کتنا خراج ادا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ دو درہم روزانہ۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیا کام جانتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں کئی کام کرتا ہوں۔ نجاری، آہن گری اور نقاشی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہارے پیشوں کے اعتبار سے دو درہم روزانہ کوئی زیادہ نہیں۔ اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ہوا سے چلنے والی چکی بھی بنا سکتا ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ ہاں! تو فرمایا کہ مجھے ایک ایسی چکی بنادو۔ اس نے جواب دیا کہ میں زندہ رہا تو آپ کے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کو مشرق سے مغرب تک دنیا یاد کرے گی۔ جب وہ غلام چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ غلام مجھے قتل کی دھمکی دے کر جارہا ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ ۲۶ ذی الحجہ کی صبح نماز کے لئے مسجد نبوی تشریف لائے۔ صفیں درست کی گئیں۔ تکبیر کہی گئی۔ آپ نے نماز شروع فرمائی کہ ابولولو فیروز مجوسی ایرانی نے آپ کے پیٹ میں زہر آلود خنجر کے تین یا چھ وار کئے جس سے آپ گر پڑے۔ اس کے بعد وہ مسجد سے باہر بھاگا۔ لوگ اس کے پیچھے بھاگے۔ اس نے اسی دودھارے خنجر سے کئی آدمی زخمی کئے۔ ان میں سے چھ آدمی جانبر نہ ہوسکے۔ ایک آدمی نے اس پر اپنی چادر پھینکی اور اسے قابو کرلیا۔ اب اس نے اسی خنجر سے اپنے آپ کو قتل کردیا۔ تاکہ سازش بے نقاب نہ ہو۔

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ آگے بڑھے اور مختصر نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کا شانہ خلافت میں لایا گیا۔ چونکہ زخم کاری تھے۔ اس لئے علاج معالجہ کے باوجود یکم محرم الحرام کو جام شہادت نوش فرماگئے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کو گنبد خضراء میں دفن کیا گیا۔

حق اور ہدایت کا راستہ!

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی ایک علمی مجلس!

حافظ محمد اقبال رنگونی

باسمہ تعالیٰ! راقم الحروف ایک دن اپنے پرانے کاغذات کو دیکھ رہا تھا کہ ان میں حکیم الاسلام قدس سرہ کی ایک علمی مجلس کا عنوان لکھا نظر آیا۔ اس کے تحت حضرت کے چند ملفوظات درج تھے۔ پڑھنے پر معلوم ہوا کہ یہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ کے لکھے ہوئے ہیں اور یقین ہے کہ حضرت کے یہ قیمتی ملفوظات اب تک کہیں چھپے بھی نہیں ہیں۔ جی چاہا کہ حضرت حکیم الاسلام کے یہ قیمتی معارف صرف راقم کی ڈائری تک ہی محدود نہ رہیں۔ بلکہ یہ علمی امانت دوسرے مسلمانوں تک بھی پہنچ جائے۔ اسی جذبہ نے ان سطور کو کمپوز کرادیا اور اب یہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ بھی ان معارف سے لطف اٹھائیں۔

قبر میں روح لوٹائی جاتی ہے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

مومن کی روح کو نکالنے کے بعد عرش کے نیچے بڑے اکرام کے ساتھ لے جایا جاتا ہے اور وہ وہاں سجدہ کرتی ہے اور خدا کی حمد بیان کرتی ہے اور پھر وہ روح واپس زمین میں لوٹادی جاتی ہے اور اس کو میت کے پاس رکھ دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جب جنازہ لے کر چلتے ہیں تو وہ اندر رکھی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر جب اس میت کو دفن کیا جاتا ہے تو اب روح جسد میں داخل کی جاتی ہے اور اس وقت اس میں نوع من الحیاۃ پیدا ہو جاتی ہے اور بعض کے قول کے موافق پورے بدن میں اس کا اثر ہوتا ہے اور بعض کے قول کے مطابق نصف اعلیٰ میں اور صرف روح قوت وشعور میں اثر انداز ہوتی ہے۔ یعنی نعمت واذیت کا شعور ہو سکے گا۔

حضرت حکیم الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ:...... قیامت کے دن امت محمدیہ کے لئے زمین میں ذرا اونچا حصہ ہوگا اور ان کے لئے وہ زمین چاندی کی ہوگی اور علامت غیر محل ہوگی حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے دنیا میں بھی برزخ میں بھی قیامت میں بھی اور امت محمدیہ کو قیامت کے دن لباس بھی دیا جائے گا اور ان کا حشر سواریوں پر ہوگا۔ بعض کے ایک پر ہوں گے۔ بعض کے پردس تک ہوں گے۔ حوض کوثر پر مطیعین کو فوراً پانی پلایا جائے گا اور ان کو قیامت کے دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اس کی مصلحت تو خدا جانتا ہے مگر آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی عمر پچاس ہزار سال کی ہوگی تو گویا انسانی زندگی میں پچاس ہزار سال ہے تو قیامت کے دن اس پوری دنیا کی زندگی کو دہرادیا جائے گا اور جس طرح دنیا ہزار سال پر ایک زبردست حادثہ ہوتا ہے۔ پوری امت بدل جاتی ہے۔

سو برس میں تو نسل بدلتی ہے۔ اسی طرح قیامت میں ہزار سال پر ایک زبردست حادثہ ہوگا۔

نیز فرمایا کہ:...... جب تمام لوگ حشر کی پریشانیوں سے تنگ آ چکے ہوں گے تو تمام حضرات حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تاکہ حساب کتاب شروع ہو۔ اس میں بھی ہزار سال لگ جائیں گے تو چھ ہزار سال تو اس میں لگ جائیں گے۔ مگر مومنین پر اس کی کچھ بھی پریشانی نہ ہوگی اور جیسا کہ حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ! پڑھنے والوں پر کچھ رنج و پریشانی نہ ہوگی۔

روح کی قسمیں

فرمایا کہ:...... کفار کی روح آسمان پر نہیں جاسکتی۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کی بدبو اور تعفن کی وجہ سے فرشتے اسے برے القاب سے یاد کرتے ہیں اور اس کو اوپر سے پھینک دیا جاتا ہے۔ روح دو طرح کی ہیں۔ ایک روح ربانی یہ وہ روح ہے۔ دوسری روح حیوانی یہ نفس ہے۔ روح ربانی پر انسانی زندگی اور موت کا دارومدار ہے۔ نیند میں تو نفس تو باقی رہتا ہے۔ اس کا تعلق محسوسات سے ہے۔ ہاں علم وادراک باقی نہیں رہتا۔ یہ روح ربانی کا منشاء ہے۔ یہی روح ربانی عالم میں پہنچ جاتی ہے اور وہاں جس پر اس کی نظر پڑتی ہے وہی خواب ہے۔ وہاں رموز واشارات ہوتے ہیں جس کو عالم مثال سے مناسبت ہوتی ہے۔ وہ خواب کی تعبیر اچھی طرح دے سکے گا۔ خواب کی تعبیر کا علم معجزہ کے طور پر وحی کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا گیا۔ ان کی زندگی کی ابتداء بھی خواب سے ہے اور انتہا بھی۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام صرف جزئیات کا جواب دیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ جزئیات کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ اصول بھی بیان فرماتے تھے۔ چنانچہ اس سے خواب کی تعبیر کا ایک فن مرتب ہوگیا۔ حضرت امام ابن سیرین ماہر تھے۔ انہوں نے کتابیں لکھیں ہیں اور اصول بیان کئے ہیں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے مرض وفات میں حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کا کشف

ارشاد فرمایا کہ:...... حضرت نانوتویؒ جب مرض الوفات میں مبتلا تھے تو لوگوں کو تشویش تھی۔ اس وقت حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ نے فرمایا کہ اطمینان رکھو۔ انتقال نہ ہوگا۔ مگر ان کا انتقال ہوگیا۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ کشف تو صحیح تھا۔ مگر تعبیر میں غلطی ہوگئی۔ میں نے جب خدا کی طرف رجوع کیا تو مجھ پر انکشاف کیا گیا کہ لفظ مہدی تو میں نے اس سے حضرت مہدی کی ذات مراد لی۔ اس لئے سمجھا کہ ابھی عمر باقی ہے۔ مگر جب ان کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ مہدی سے حروف کے اعداد مراد ہیں۔ چنانچہ عدد کے اعتبار سے حضرت کی عمر ہو چکی تھی۔

خواب...... کشف...... عیاں

ارشاد فرمایا کہ:...... خواب پہلا درجہ ہے جس میں عالم غیب کا انکشاف ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ابتداء منامات صادقہ سے ہوئی۔ دوسرا درجہ کشف کا ہے۔ تیسرا درجہ عیاں کا ہے۔ یہ صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔

حق اور ہدایت کا راستہ

ارشاد فرمایا کہ:...... حق اور ہدایت کا راستہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ اہل اللہ کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پاوے۔ صرف کتاب و سنت کو پکڑ لینا اور اہل اللہ کے قول کو گمراہ کہنا۔ یہ بھی گمراہی ہے اور صرف اہل اللہ کے دامن کو پکڑنا اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو ترک کر دینا۔ یہ بھی ضلالت کا راستہ ہے۔

مراد اور مرید

ارشاد فرمایا کہ:...... بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جن کو خدا کی طرف سے جنت کے لئے منتخب کیا جاتا ہے اور بعض لوگ وہ ہیں جو ریاضت اور مجاہدہ کے بعد مقصود کو پہنچتے ہیں۔ صوفیاء کی اصطلاح میں پہلے لوگوں کو مراد کہا جاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو مرید کہا جاتا ہے اور قرآن کی اصطلاح میں پہلے لوگوں کو مجتبیٰ اور دوسرے لوگوں کو منیب کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:''اللّٰہ یجتبی من یشاء ویھدی الیه من ینیب''

اسرار و حکم عوام کے سامنے نہ بیان کئے جائیں

ارشاد فرمایا کہ:...... پہلے اسرار و حکم عوام کے سامنے بیان نہ کئے جائیں اور اس کا ماخذ شریعت میں یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے فرمایا علمنی غرابة العلم! کہ علم کے نکتے بیان فرمائیے۔ فرمایا ھل علمت راس العلم! صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ماشاء اللہ! یعنی جتنا خدا کو منظور تھا۔ پھر فرمایا کہ ھل عرفت الله کھا ماشاء الله! تو فرمایا کہ پہلے اسی پر عمل کرو پھر غرابت علم (علم کے نکتے) پوچھنا۔

انسانی صفات اور اس کی وضاحت

ارشاد فرمایا کہ:...... انسان کے اندر دو صفتیں ہیں۔ عقل اور محبت۔ یہ جانوروں میں بھی ہے۔ انسان میں بطریق تام ہیں۔ اس وجہ سے انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔ مل جل کر رہتے ہیں۔ جانوروں کی طرح تنہا تنہا نہیں ہے۔ فکر و نظر آلہ ہے عقل کا۔ یعنی تفکر و تدبر کے بعد عقل کو کام میں لا کر مختلف اشیاء کی ایجاد کرتا ہے اور خدمت بنی نوع انسان یہ آلہ ہے محبت کا۔ اس لئے انسان کو اگر وصف امتیاز کے ساتھ دیکھا جائے تو ان دو صفتوں کے ساتھ دیکھا جائے گا کہ اس وجہ سے اللہ نے دو قسم کی عبادتیں رکھی ہیں جس سے ان دونوں صفتوں کی تسکین ہوتی ہے۔ عقلی عبادت صلوٰۃ ہے دربار شاہی میں حاضری ہوتی ہے۔ اس سے عظمت حق اور اپنی عبدیت کا اظہار کرتا ہے۔ عشقی عبادت حج ہے۔ اس میں فضا عشقیت کی ہے۔ جتنی صفات نماز میں ہے۔ اس کی ضد اوصاف حج میں رکھے گئے ہیں۔ نماز میں دوڑنے سے منع فرمایا گیا۔ حج میں دوڑنے کا حکم دیا گیا۔ نماز میں صاف ستھرے کپڑے پہن کر وقار کے ساتھ حاضر ہونے کو کہا تو حج میں وقار کو بالکل ترک کروا دیا گیا۔ وقار کے حصول کے بھی جتنے طریقے تھے سب کو حج میں ختم کر دیا گیا۔ پراگندہ حال، پراگندہ بال، حج کی بنیاد ہے۔

اسلام کی اصل دو عبادتیں نماز اور حج

ارشاد فرمایا کہ:...... اصل میں اسلام میں دو ہی عبادتیں ہیں۔ نماز اور حج۔ روزہ حج کے تابع ہے۔ زکوٰۃ نماز کے تابع ہے۔ جب تک دنیا کو اپنے سے دور نہ کیا جائے نماز میں حاضر ہونا مشکل ہے اور پھر زکوٰۃ کے علاوہ صدقات واجبہ نافلہ رکھے گئے ہیں۔ غرض ان سب چیزوں سے دنیا کی محبت نکلتی ہے اور پھر انابت الی اللہ کی توفیق ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں امراء کی تعداد کم نظر آتی ہے۔

فرمایا کہ:...... حج تروک کی عبادت ہے۔ روزہ میں طعام جماع وغیرہ سے ترک ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دو عبادتیں فطری ہیں۔ عقل چاہتی ہے کہ عاقلانہ کوئی عبادت ہو اور محبت تقاضا کرتی ہے کہ عاشقانہ کوئی عبادت ہو۔ سو اس فطرت کو دین بنا دیا گیا ہے۔

آسمان و زمین کے درمیان کی مخلوق

ارشاد فرمایا کہ:...... آسمان و زمین کے درمیان چار قسم کی مخلوقات ہیں۔ ملائکہ حور و غلمان جنات اور انسان حیوان۔ حورعین کی ایک خاصیت ہے عشق۔ چنانچہ وہ اپنے شوہروں کو یاد کر کے روتی ہیں اور ایک خاصیت ہے ذکر کی۔ ذکر وہ طبعی طور پر کرتی ہیں۔ ملائکہ کی خصوصیت ہے تعبد اور ان میں عقل ہے۔ لیکن عقل کا جو آلہ ہے تفکر وہ ان میں نہیں۔ یہ انسان کو دیا گیا ہے۔ مادیات میں ایجاد روحانیت میں اجتہاد یہ انسان کا خاصہ ہے۔ جنات میں قوت اور طیش کا غلبہ ہے۔ جانوروں میں بہیمیت کا خاصہ ہے۔ انسان کو سب کا جامع بنایا گیا ہے۔ عقل و بصیرت بھی ہے۔ یہ کام آتی ہے تقویٰ و احتیاط میں بھی جہاں شبہ کا بھی وہم ہوتا ہے اس کو چھوڑ دیتا ہے اور طیش بھی ہے یہ کام آتی ہے بغض فی اللہ میں اور جہاد میں۔

جنت میں ہر چیز قوت خیال کے تابع ہو جائے گی

ارشاد فرمایا کہ:...... جنت میں تمام چیزیں علوم و معارف طعام و لباس غرضیکہ ہر چیز قوت خیال کے تابع ہو جائے گی۔ قوت کسب کے نہیں۔ وہاں صرف خیال کافی ہے جس چیز کا خیال کرے گا موجود ہو جائے گی۔ ولکم فیھا ماتشتھی انفسکم! وہاں علم کتب بینی کے مطالعہ پر موقوف نہ ہوگا تو انسان حقیقی خلیفۃ اللہ جنت میں جا کر بنے گا کہ اس کی شان وہاں کن فیکون! کی ہوگی اور جنت میں جانے کے بعد ہزاروں سال بعد انسان کے علم و معارف میں جو شان ہوگی وہ شان دنیا میں انبیاء کی ہوتی ہے۔ ان کے علوم و معارف قوت کسب کے تابع نہیں ہوتے۔ کتب و مدرسہ کے وہ محتاج نہیں ہوتے۔ بلکہ منجانب اللہ ان کو علم و معرفت کا اتم درجہ عطا کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ سب سے افضل ہوتے ہیں۔ اس پوری تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں انسان کے اندر اصل صفتیں ہیں عقل و محبت اور بقیہ تمام صفات اس کے تابع ہیں۔ اس لئے انسان کی تعریف حیوان متفکر ہے۔

شفاعت کے طریقے مختلف ہوں گے

ارشاد فرمایا کہ:...... شفاعت کے مختلف طریقے ہوں گے۔ زبانی بھی ہوگی۔ عملی بھی ہوگی۔ اس کو ایک حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ایک شخص کو جہنم میں لے جایا جارہا ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ یہ تو امت محمدیہ کا ایک فرد ہے تو اس کو واپس لوٹا دیا جائے گا۔ پھر اس کا حساب و کتاب ہوگا تو بدی کا پلڑا جھک رہا ہوگا۔ اس وقت آپ ﷺ تشریف لائیں گے اور ایک رقعہ نکال کر اس کی نیکی کے پلڑے میں رکھ دیں گے تو وہ پلڑا جھک جائے گا۔ اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس وقت آپ ﷺ ارشاد فرمائیں گے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔ پوچھے گا کہ یہ رقعہ کیا تھا۔ آپ ﷺ فرمائیں گے کہ ایک وقت تو نے بہت ہی اخلاص کے ساتھ مجھ پر درود شریف پڑھا تھا تو وہ میرے پاس محفوظ تھا۔ اس رقعہ میں وہی درود شریف تھا۔ یہ شفاعت عملی ہے۔

ایک ہندوانہ عقیدہ کی تردید

ارشاد فرمایا کہ:...... ہندو مذہب میں اوتار کا ایک تصور ہے۔ یعنی معاذ اللہ خدا تعالیٰ ان اوتار میں حلول کئے ہوئے ہے۔ یہ عقیدہ عقلاً و نقلاً غلط ہے۔ عقلاً اس لئے کہ خدا کی ذات اقدس لامحدود اور اوتار کے اجسام محدود تو لامحدود محدود میں نہیں سما سکتا۔ ہاں عکس آ سکتا ہے۔ آفتاب جب گرہن ہوتا ہے تو اس کو پانی کے ایک برتن میں دیکھتے ہیں۔ یہ اس کا عکس ہے۔ اسی طرح قلب مومن میں اور کعبہ مشرفہ میں خدا کی تجلی کا عکس پڑتا ہے۔ مسلمان بیت اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ یہ درحقیقت اسی چہار دیوار کا نام نہیں۔ بلکہ یہ تو علامت ہے۔ حقیقت وہ ہے جہاں خدا کی تجلی ہوتی ہے۔

قران مجید کی سائز

ارشاد فرمایا کہ:...... قرآن مجید لوح محفوظ میں اتنی بڑی سائز میں ہے کہ اس کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ اس کا ایک لفظ کوہ قاف کے برابر ہے۔ پھر جب اس کو چھوٹے سائز میں لکھا تو پورا قرآن مجید حضرت اسرافیل کی پیشانی مبارک پر لکھ دیا گیا۔ اس کے بعد بیت النعوت میں یک دم اترا جو آسمان دنیا کا ایک مقام ہے اور یہ نزول شہر رمضان میں ہوا۔ پھر نجانجا قلب نبوی ﷺ پر اترا تو اس سے ثابت ہوا کہ وہیں سے قران مختلف سائز میں ہے۔ دنیا میں بھی مسلمانوں نے جتنا بڑا سائز ہو سکا اس میں لکھا۔ جیسے بڑودہ کی جامع مسجد میں ایک قران ہے اور جب چھوٹے سائز میں لکھا تو تعویذ کی سائز کا بھی بنا دیا۔

اصل موثر خدا تعالیٰ کی ذات ہے

ارشاد فرمایا کہ:...... خدا تعالیٰ کی جس شان کا بھی دنیا میں ظہور ہوتا ہے۔ وہ اسباب کے ماتحت ہوتا ہے اور اصل موثر خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ سبب موثر بالذات نہیں ہے۔ اب بے عقل لوگ انہی اسباب کو سب کچھ سمجھنے لگے ہیں اور اسی کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔

محبت کا کرشمہ!

مولانا ابوالکلام آزادؒ

درس وفا اگر بود زمزمہ محبتی
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائی را

ہجرت کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے۔ معتصم کے زمانہ سے دارالخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے رئیس اور یورپ کے روم کے بعد اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق جسے انسان کہتے ہیں کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے اتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے اتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے۔ اس کا کم ہونا خود اس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں چھپر ڈال کر رہتا ہے تو کیسا نیک، کیسا خوش اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے۔ محبت اور رحمت اس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا نور اس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑوں سے باہر نکلتا ہے۔ اس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں تو اس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہے۔ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے۔ صنعت وحرفت کارخانے کھولتی ہے۔ دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے۔ حکومت وامارت شان وشکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے۔ محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا اور امن وراحت کی جگہ اب انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی ومحبت کی دنیا اور راحت وبرکت کی بہشت تھی۔ اب افلاس ومصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بن جاتی ہے۔ وہی انسان جو جھونپڑوں کے اندر محبت وفیاضی کی گرم جوشی تھا۔ اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری اور خودغرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالی شان مکانوں میں عیش ونعمت کے دسترخوانوں پر بیٹھتا ہے تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوکے ایڑیاں رگڑتے ہیں۔ جب وہ عیش وراحت کے ایوانوں میں جمال وحسن کی محفلیں آراستہ کرتا ہے تو اس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا۔ زندگی کی قدرتی یکسانیت کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو رہی ہیں۔

پھر جب انسانی بے مہری اور خودغرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ کمزوری افلاس اور بے نوائی سے

مجبور ہو کر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اچانک دنیا کی زبانوں کا سب سے بے معنی لفظ وجود میں آجاتا ہے۔ یہ قانون اور انصاف ہے۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور ان کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے کہ انصاف کا گھر۔ انصاف کے اس مقدس گھر میں کیا ہوتا ہے؟۔ یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جس نے اپنی بے رحمی و تغافل و مفلسی کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بداطوار بن جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ قانون کا پرہیبت جبہ پہن کر آتا ہے اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر حکم دیتا ہے کہ:

''مجرم کو سزا دی جائے۔''...... کیوں؟۔''اس لئے کہ اس نے چوری کی۔''اس بدبخت نے چوری کیوں کی۔

اس لئے کہ وہ انسان ہے اور انسان بھوک برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے کہ وہ شوہر ہے اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہے اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے ان آنسوؤں کا نظارہ کر سکے جو بھوک کی اذیت سے ان کے معصوم چہروں پر بہہ رہے ہیں۔ پھر یہ بدقسمت انسان اگر قید خانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر اس قابل نہیں ہو جاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے تو مقدس انصاف اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ:''اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو۔''

یہ گویا انسان کے پاس اس کے ابناء جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے۔ یہ ہے انسان کی متمدن اور شہری زندگی کا اخلاق۔ وہ خود ہی انسان کو برائی پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی سزا بھی دیتا ہے۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو انصاف کے نام سے تعبیر کرتا ہے اس انصاف کے نام سے جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہے۔

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے۔ گندگی میں مکھیاں اور دلدل میں مچھر اس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے ہیں جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہے۔ بغداد کے قید خانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی اس کی آبادی میں مجرموں کی کمی نہ تھی۔

بغداد میں جس طرح آج کل حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی بزرگی و شہرت ہے۔ اسی طرح ابن ساباط کی چوری و عیاری بھی مشہور ہے۔ پہلی شہرت نیکی کی ہے۔ دوسری بدی کی۔ دنیا میں بدی نیکی کی طرح اس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے۔ اگرچہ کر نہیں سکتی۔

دس برس سے ابن ساباط مدائن کے قید خانہ میں ہے۔ اس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہو گئے ہیں۔ تاہم اس کی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی دلیرانہ چوری کا حال سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ:''یہ دوسرا ابن ساباط ہے۔''

اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہو گئے ہیں۔ مگر پرانے ابن ساباط کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ بغداد والوں کی بول چال میں وہ جرائم کا شیطان اور برائیوں کا عفریت تھا۔

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوق النجارین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی۔ معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ ڈس سے ایک قافلے کے ساتھ آ رہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مر گئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہنچا دیا۔ یہ اب سے دو برس پیشتر کی بات ہے۔ یہ دو برس اس نے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟۔ اس کا حال کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ گرفتاری کے وقت اس کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر اسے تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہا کمسن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر بیباک مجرم کی روح اس کے اندر پیدا ہو گئی۔ گویا اس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے۔ اب اس طرح اس پر کھل گئے گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اس کے سر میں اتار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا۔

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے چوری کی تھی تو وہ دن کی بھوک اسے نان بائی کی دوکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہو کر نہیں۔ بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہو کر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں۔ بلکہ صرافوں کی تھیلوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو یا رات' بازار کی منڈی ہو یا امیر کا دیوان خانہ۔ ہر وقت ہر جگہ اس کی کارستانیاں جاری تھیں۔ اس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا۔ سپہ سالار کا سا عزم تھا۔ سپاہی کی مردانگی تھی۔ مدبر کی سی دانش مندی تھی۔ لیکن دنیا نے اس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس لئے اس کی فطرت کے تمام جواہر اسی میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس فطرت کس فیاضی سے بخشتی ہے اور انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہے۔

کچھ دنوں کے بعد جب ابن ساباط کی دراز دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ توجہ ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کر لیا گیا۔ اب یہ کمسن لڑکا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ایک ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اس کا پنجا الگ کر دیا۔

ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا کٹنا نہ تھا۔ بلکہ سینکڑوں ہاتھوں کو اس کے شانوں سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے۔ جونہی اس کا ہاتھ کٹا انہوں نے اپنے سینکڑوں ہاتھ اس کے حوالے کر دیئے۔ اب اس نے عراق کے تمام چور اور عیار اکٹھے کر کے اپنا اچھا خاصا جتھا بنا لیا۔ اور فوجی سامان کے

ساتھ لوٹ مار شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصے کے اندر اس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچادیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا۔ دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا۔ محل سراؤں میں نقب لگاتا۔ سرکاری خزانے لوٹ لیتا اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری و فرزانگی سے کرتا کہ اس پر یا اس کے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقع پر صاف بچ کر نکل جاتا۔ لوگ جب اس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت رہ جاتے۔ یہ ڈاکو نہیں ہے۔ جرم کی خبیث روح ہے۔ وہ انسان کو لوٹ لیتی ہے۔ مگر انسان اسے چھو نہیں سکتا۔ یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا۔

مگر ظاہر ہے یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی۔ آخر وقت آ گیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہو جائے۔ ایک موقع پر جب اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود بھاگ نکلنے کی تیاری کر رہا تھا حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کر لیا۔ اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت سے گرفتار ہوا تھا۔ اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہے تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک دوسرا رنگ اختیار کیا۔ وہ تیار ہو گیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اپنے ساتھیوں کی زندگیاں قربان کر دے۔ اس نے عدالت سے کہا کہ اگر وہ اسے قتل کی سزا نہ دے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرا دے گا۔ عدالت نے منظور کر لیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا۔ لیکن اس کے سو سے زیادہ ساتھی اس کی نشان دہی پر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بدعہدی ایک ایسی برائی ہے جسے برے بھی سب سے بڑی برائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کر دیا تھا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر برائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا ہے۔

بہرحال ابن ساباط مدائن کے قید خانہ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ اس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں۔ دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہے کہ ایک مجرم کی سیہ کاریاں بھلا دی جائیں۔ لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جا سکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اس کے دلیرانہ جرائم کا تذکرہ بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ لوگوں کو یہ بات بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں۔ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں۔ البتہ وہ اس کے دلیرانہ کارنامے بھولنے نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس تذکرہ میں ان کے لئے لطف اور دلچسپی ہے۔ انہیں ابن ساباط کی نہیں اپنی دلچسپیوں کی فکر ہے۔ انسان کی بے مہریوں کی طرح اس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہے۔ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آتا ہے۔ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہے۔ وہ اس کی صورت دیکھنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ وہ گھنٹوں اس پر رائے زنی کرتا ہے اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے جن میں اس کی تصویر چھپی ہوتی ہے یا اس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے

لئے کیسی شقاوت ہے؟۔ اور جس مسکین کا مال چوری کیا گیا اس کے لئے کیسی مصیبت ہے؟۔ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا۔

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ سارا شہر امنڈ آتا ہے۔ جس کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہے۔ لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر انسانوں کے چند جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہو جائیں اور ان کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ تماشائی جوش نظارہ میں مجنوں ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اس مکان اور اس کے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے؟ اور جان و مال کی کیسی المناک بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی وجود میں آسکی ہے؟۔ اس بات کے سوچنے کی نہ لوگوں کو فرصت ملتی ہے اور نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں۔

اگر انسان کے ابناء جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق کو سولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے تو یہ ان تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو سکتا ہے۔ سب سے زیادہ دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ اتنا دلچسپ نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھتا ہے۔ مگر اس کی سیری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں کیوں؟۔ اس لئے کہ اپنے ابناء جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق دیکھ لینے کی لذت حاصل کر لیں۔ لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظاہرہ کا یہ سب سے دلکش تماشا وجود میں آیا خود اس پر کیا گزری؟ اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا! سینکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا۔

گرمیوں کا موسم ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہے۔ مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہے۔ دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہے۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی سیاہ لبادے میں تاریک لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جا رہا ہے۔ وہ ایک گلی سے مڑ کر دوسری گلی اور دوسری گلی سے مڑ کر تیسری گلی میں پہنچا۔ ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے لمبی سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھیں۔ جسے اب آزادی سے ابھرنے کی مہلت ملی ہے۔ پھر اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہے۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگا۔ مگر کیا بدنصیبی ہے جس طرف رخ کیا ناکامی ہوئی۔ کیا پوری رات اسی طرح گزر جائے گی؟۔

یہ خوفناک ابن ساباط ہے جو دس برس کی طول وطویل زندگی قید خانے میں گزارنے کے بعد اب کسی طرح نکل

بھاگا ہے اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سرنو شروع کررہا ہے۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہے۔ اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع ہوجانے پر اس کا بے صبر دل پیچ و تاب کھا رہا ہے۔

اس نے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دور دور کی صداؤں کا جائزہ لیا اور مطمئن ہوکر آگے بڑھا۔ کچھ دور چل کر اس نے دیکھا کہ ایک احاطہ کی دیوار دور تک چلی گئی ہے اور وسط میں ایک بہت بڑا پھاٹک ہے۔ کرخ کے اس علاقے میں زیادہ تر امراء کے باغ تھے یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اس نے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہے یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہنچ کر رک گیا اور سوچنے لگا اندر کیوں کر جائے۔ اس نے آہستگی کے ساتھ دروازہ پر ہاتھ رکھا۔ لیکن اسے نہایت تعجب ہوا کہ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سیکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔ اس نے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا۔ تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوئے تھے اور وسط میں نسبتاً ایک بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہے کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہیں تھا۔ چھوتے ہی اندر سے کھل گیا۔ گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی تھی جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدم میں ہوسکتی ہے۔ اندر چلا گیا۔ اندر جا کر دیکھا تو ایک وسیع ایوان تھا۔ لیکن سامان راحت و زینت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ قیمتی اشیاء کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پرانی چٹائی بچھی تھی اور ایک طرف چمڑے کا تکیہ پڑا تھا۔ البتہ ایک طرف پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیئے ہوں اور ان کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اس نے مکان کے موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ ہی دیر میں اپنی اندھیرے میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں ایک ہاتھ کا شیطان تھا جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہوگیا تھا۔

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقع ملا تھا کہ اپنے دل پسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہوگئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان میں رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کرسکے۔ ایک مفلس کا افلاس خود اس کے لئے اس قدر دردانگیز نہیں ہوتا۔ جس قدر اس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت کی تلاش کرتا ہوا پہنچتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی موٹے اور ادنیٰ قسم کے کیوں نہ ہوں۔ مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا۔ اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہ سکتا تھا اور وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ ان کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لے جانا آسان نہ تھا۔

ایک ہزار لعنت کرخ اور اس کے باشندوں پر وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا۔ نہیں معلوم یہ کون احمق ہے جس نے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر ہے۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہے جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بنا کر اس میں گدھوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کر دیا۔ اس نے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کو ٹٹول ٹٹول کر پیائش کی۔ بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اٹھایا جاسکتا ہے؟ ایک تھان کے اٹھانے کے لئے گن کر دس گدھے ساتھ لانے چاہئیں۔

لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جارہی تھی اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جائے۔ اس نے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اسے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی کہ زیادہ سے زیادہ تھان جو اٹھائے جاسکتے ہوں اٹھالے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت وزنی تھا۔ کم لیتا ہے تو بے کار ہے۔ زیادہ لیتا ہے تو لے جانہیں سکتا۔ عجیب طرح کی کشاکش میں گرفتار تھا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح یہ مسئلہ طے ہوا۔ لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی صوف کا کپڑا بے حد موٹا تھا اسے مروڑ دے کر گرہ لگانا آسان نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا۔ چہ جائیکہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا دو تھے۔ لیکن وہ بھاگنے میں مدد سے سکتے تھے۔ صوف کی گٹھڑی باندھنے کے لئے سودمند نہ تھے۔ اس نے بہت سی تجویزیں سوچیں طرح طرح کے تجربے کئے۔ دانتوں سے کام لیا۔ کٹی ہوئی کہنی سے سرا دبایا۔ لیکن کسی طرح بھی گٹھڑی میں گرہ نہ لگ سکی۔ وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سود محنت نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا تھا۔ وقت کی کمی عمل کا قدرتی خوف۔ مال کی گرانی' محنت کی شدت اور فائدہ کی قلت۔ اس کے دفاع کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہو گئے تھے۔ اچانک وہ چونک اٹھا اس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ سنی۔ ایک لمحہ تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی آدمی دروازے کے پاس کھڑا ہے۔ ابن ساباط گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کر سکے دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی خوف اور دہشت سے اس کا خون منجمد ہو گیا۔ جہاں کھڑا تھا وہیں گر گیا۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہے اور اس طرح اونچا کر رکھا ہے کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہو گئے ہیں۔

اس شخص کی وضع قطع اس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ملگجے رنگ کی ایک لمبی سی عبا اس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسی لپیٹ کر جسم پر چست کر لیا تھا سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی اور اس قدر کشدہ تھی کہ اس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی ابھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں اور قد کی درازی نے جس میں کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہو گئی تھی یہ نحافت اور زیدہ نمایاں کر دی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اس کے چہرے پر

نظر نہیں آتا تھا۔اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کی تاثیر گہرائی رکھتا تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلآویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہے۔رنگت زرد تھی۔رخسار بے گوشت تھے۔جسمانی تنومندی کا نام ونشان تک نہ تھا۔لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا ایک نہایت طاقت ور چہرہ اس کے سامنے ہے۔خصوصاً اس کی نگاہیں ایسی روشن ایسی مطمئن ایسی ساکن تھیں کہ معلوم ہوتا تھا دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دوحلقوں کے اندر سما گئی ہے۔

چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا۔گویا اسے جو کچھ سمجھنا تھا سمجھ چکا ہے۔اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم زیر لب تھا ایسا دلآ ویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دور کر سکتی ہے۔چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا۔شفقت اور ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی ابن ساباط سے کہا:

''میرے دوست تم پر خدا کی سلامتی ہو جو کام تم کرنا چاہتے ہو یہ بغیر روشنی اور رفیق کے انجام نہیں پا سکتا۔دیکھو یہ شمع روشن ہے اور میں تمہاری رفاقت کے لئے موجود ہوں۔روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سکون کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے۔'' وہ ایک لمحہ کے لئے رکا۔جیسے کچھ سوچنے لگا ہے۔پھر اس نے کہا:

''مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو۔تمہاری پیشانی پسینہ سے تر ہوگئی ہے۔یہ گرم موسم' بند کمرہ' تاریکی اور تاریکی میں ایسی سخت محنت۔افسوس! انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی زحمتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔دیکھو! یہ چٹائی بچھی ہے۔یہ چمڑے کا تکیہ ہے۔میں اسے دیوار سے ساتھ لگا دیتا ہوں۔اس نے تکیہ دیوار کے ساتھ رکھ دیا۔بس ٹھیک ہے۔اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح سستا لو۔اتنی دیر میں میں تمہارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں۔

اس نے یہ کہا اور ابن سباط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ دیا۔اسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔پھر جب اس کی نظر دوبارہ اس کی عرق آلود پیشانی پر پڑی تو اس نے اپنی کمر سے رومال کھول کر پسینہ صاف کیا۔اس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی۔

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن ساباط دماغ مختل ہو کر رہ گیا۔وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ معاملہ کیا ہے؟۔ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اس نے اجنبی کے اشارہ کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اس نے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔اس نے پہلے وہ گٹھڑی کھولی جو ابن ساباط نے باندھی تھی۔مگر بندھی نہیں تھی۔پھر وہ تھان کھول کر بچھا دیئے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے۔ان سب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ایک حصہ میں زیادہ تھے۔ایک میں کم۔پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں۔یہ تمام کام اس نے اس

اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا کہ گویا اس میں اس کے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ پھر اچانک اسے کچھ خیال ایا اس نے اپنی عبا اتار ڈالی اور اسے بھی گٹھڑی کے اندر رکھ دیا۔

اب وہ اٹھا اور ابن ساباط کے قریب گیا۔ میرے دوست! تمہارے چہرے کی پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو۔ بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ لے لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو میں دودھ لے آؤں۔ اس نے کہا جبکہ اس کے پر شکوہ چہرے پر بدستور دلآویز مسکراہٹ موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں۔

قبل اس کے کہ ابن ساباط جواب دے۔ وہ تیزی کے ساتھ لوٹا اور باہر نکل گیا۔ اب ابن ساباط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا۔

اجنبی کی ہستی اور اس کا طور طریقہ ایسا عجیب وغریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا۔ ابن ساباط کو تجرد تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اس کی شخصیت مغلوب ہوگئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا تو آہستہ آہستہ اس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح ابھر آئے ور وہ اسی روشنی میں معاملات دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ عادی تھا۔

وہ اجنبی کا متبسم چہرہ اور دل نواز صدائیں یاد کرتا تو شک اور خوف کی جگہ اس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ پیدا ہوتا جو آج تک اسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے اور یہ شخص ہے کون؟۔ تو اس کی عقل حیران رہ جاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہ آتی۔ اس نے اپنے دل میں کہا یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اس مکان کا مالک نہیں ہے۔ مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کرتے۔ پھر یہ شخص ہے کون؟۔ اچانک ایک نیا خیال اس کے اندر پیدا ہوا۔ وہ ہنسا۔

استغفر اللہ! میں بھی کیا احمق ہوں۔ یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات ہے۔ معاملہ بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟۔ یقیناً یہ بھی میرا کوئی ہم پیشہ آدمی ہے اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک اسی مکان میں جمع کر دیا ہے۔ چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے۔ اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا۔ اسے معلوم ہوگا کہ آج مکان رہنے والوں سے خالی ہے اور یہ اطمینان سے کام کرنے کا موقع ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر واپس آیا۔ لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہوگیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حق دار بن جائے۔ وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہوگیا۔

"یہ لو! میں تمہارے لئے دودھ لایا ہوں۔ اسے پی لو۔ یہ بھوک اور پیاس دونوں کے لئے مفید ہے۔"

اس نے کہا اور پیالہ ابن ساباط کو پکڑا دیا۔ ابن ساباط واقعی بھوکا اور پیاسا تھا۔ بلا تامل منہ کو لگا لیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔ اب اسے معاملہ کی فکر ہوئی۔ اتنی دیر کے وقفہ نے اس کی طبیعت بحال کر دی تھی۔ دیکھو اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچا ہوں اور ہاتھ لگا چکا تھا۔ اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے بموجب تمہارا کوئی حق نہیں۔ لیکن تمہاری ہوشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تامل نہیں کہ تمہیں بھی اس مال میں شریک کر لوں گا۔ لیکن دیکھ یہ میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے۔ اس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے۔ کیونکہ دراصل آج کا کام میرا ہی کام تھا۔ اس نے صاف آواز میں کہا۔ اس کی آواز میں اب تاثر نہیں تھا۔ تحکم تھا۔

اجنبی مسکرایا! اس نے ابن ساباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت ومہر سے خالی نہ تھی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی اس میں کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن ساباط نہ سمجھ سکا۔ اس نے خیال کیا شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے۔ اچانک اس کی آنکھوں میں اس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اٹھی اور وہ غصہ سے مضطرب ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"بے وقوف چپ کیوں ہے؟۔ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک گلاس پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم مجھے احمق بنا لو گے۔ تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟۔ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو اس پر راضی ہو کہ نہیں؟۔ اگر نہیں تو ...."

لیکن ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے۔ اب بھی اس کے لبوں سے اس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی۔

"میرے عزیز دوست! کیوں بلا وجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟۔ آؤ یہ کام جلدی نپٹا لیں جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو میں نے دو گٹھڑیاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے ایک بڑی ہے۔ تمہارا ایک ہاتھ ہے۔ اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھڑی تم اٹھا لو۔ بڑی میں اٹھا لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال سے تمہیں اتنی آزردگی ہوئی ہے تو میں بھی نہیں چاہتا اس وقت اس کا فیصلہ کراؤں۔ تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے میرے ساتھ معاملہ کر سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر لو۔"

"ہاں! اگر یہ بات ٹھیک ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمہیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟۔ پورے ملک میں تمہیں مجھ سے بہتر سردار نہیں مل سکتا۔"

اس نے بڑی گٹھڑی اٹھانے میں اجنبی کی مدد کرتے ہوئے کہا۔ یہ گٹھڑی اس قدر بھاری تھی کہ ابن ساباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرات افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اس کی زبان سے بے

اختیار نکل گیا کہ: ”دوست! تم دیکھنے میں تو بڑے دبلے پتلے ہو۔ لیکن بوجھ اٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے۔“

ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں کہا کہ: ”یہ جتنا مضبوط ہے اتنا عقل مند نہیں ہے۔ ورنہ اپنے حصے سے دست بردار نہ ہو جاتا۔ اگر آج یہ احمق نہ مل جاتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی۔“

اب ابن سابا ط نے اپنی گٹھڑی اٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جس میں پہلے سے خم موجود تھا۔ اب گٹھڑی کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن سا باط کو قدرتی طور پر جلدی تھی وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو اور چونکہ خود اس کا بوجھ ہلکا تھا اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تعمیل حکم کی پوری کوشش کرتا۔ لیکن اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے بھاری تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لیں۔ بار بار بوجھ گرتے گرتے رہ۔ گیا ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا کہ گر جائے۔ پھر بھی اس نے رکنے یا ستانے کا نام نہیں لیا۔ گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ چلتا رہا۔

لیکن ابن سا باط اس پر بھی خوش نہ تھا۔ اس نے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا۔ وہ پھر بے تامل گالیوں پر اتر آیا۔ ہر لمحہ کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں پل آیا۔ یہاں چڑھائی تھی۔ جسم کمزور اور تھکا ہوا۔ بوجھ بے حد بھاری۔ اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر گیا۔ ابھی وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے سخت لات پڑی۔ یہ ابن سا باط کی لات تھی۔ اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ:

”کتے کے بچے! اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟“ اجنبی ہانپتا ہوا اٹھا اس کے چہرہ پر درد و شکایت کی بجائے شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس نے فوراً گٹھڑی اٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

اب یہ دونوں شہر کے کنارے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پرانا اور شکستہ حصہ تھا۔ ابن سا باط اس احاطہ کے ایک جانب پہنچ کر رک گیا اور اجنبی سے کہا یہیں بوجھ اتار دو۔ پھر خود کود کر اندر گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھڑیاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی کود کر اندر ہو گیا اور دونوں عمارت کے اندرونی حصہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے ایک پرانا تہہ خانہ تھا جس میں ابن سا باط نے قید خانے سے نکل کر پناہ لی تھی۔ لیکن اس وقت وہ سرداب میں نہیں اترا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھلا دے جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے۔ دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا تو اس پر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی یا پڑی تھی تو امتداد وقت سے شکستہ ہو کر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں کا ڈھیر تھا۔ ابن سا باط انہی پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھڑیاں سامنے دھری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکا یک اجنبی بڑھا اور ابن سا باط کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اب رات ختم ہونے پر تھی۔ پچھلے پہر کا چاند

درخشاں تھا۔ کھلی چھت سے اس کی دھیمی اور ظلمت آلود شعائیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا۔ لیکن اجنبی جو اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا ٹھیک چاند کے مقابل تھا۔ اس لئے اس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ ایک نورانی تبسم ایک پراسرار انداز نگاہ کی دلآویزی اس کے سامنے ہے۔ میرے عزیز دوست اور رفیق! اجنبی نے اپنی دلنواز اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابن ساباط کو بے خود کر چکی تھی کہنا شروع کیا:

"میں نے اپنی خدمت پوری کر لی ہے۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اس کی وجہ سے بار بار تمہیں پریشان خاطر ہونا پڑا۔ اس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے امید ہے تم مجھے معاف کر دو گے۔ اس دنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے ملتی جلتی نہیں ہے۔ جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور بخش دیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں تمہیں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم نے خیال کیا ہے۔ میں اسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی ہے اور تم نے میری رفاقت قبول کر لی تھی۔ میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے اس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھے تھے۔ آج آیا تو دیکھا! تم اندھیرے میں بیٹھے ہو اور تکلیف اٹھا رہے ہو۔ تم میرے گھر میں عزیز مہمان تھے۔ افسوس میں آج اس سے زیادہ تمہاری تواضع اور خدمت نہیں کر سکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے۔ آئندہ جب کبھی ضرورت ہو تم بلاتکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔"

یہ کہا اور آہستگی کے ساتھ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کیا اور تیزی کے ساتھ نکل کر روانہ ہو گیا۔ اجنبی خود تو روانہ ہو گیا۔ لیکن ابن ساباط کو ایک نئے عالم میں پہنچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ وہ اسی طرف تک رہی تھیں جس طرف سے اجنبی روانہ ہوا تھا۔ لیکن معلوم نہیں اسے کچھ سوجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں؟۔

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق در جوق نمازی نکل رہے ہیں۔ دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہ خانوں میں اور غریبوں کو دیواروں کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں۔ ایک تفریح کے لئے۔ دوسرا مزدوری کے لئے۔ لیکن ابن ساباط اس وقت تک وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھڑیاں سامنے پڑی ہیں اور اس کی نظریں اس طرح ان میں گڑی ہیں گویا ان کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈ رہا ہے۔ بارہ گھنٹے گزر گئے۔ لیکن جسم اور زندگی کی کوئی ضرورت بھی اسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اس نے اپنا ایک ہاتھ کٹوا دیا تھا۔ اب اسے نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی۔ صرف اسے محسوس نہیں ہوتا۔ اس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی تھی اور وہ رات والے عجیب و غریب اجنبی کی صورت تھی۔ وہ خود اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ مگر

اسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھا گئی جواب تک اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔

اس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاریوں میں بسر ہوئی تھی۔ اس نے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سنا تھا وہ یہی تھا کہ خودغرضی کا پتلا اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے۔ بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے۔ سخت سے سخت سزائیں دیا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے اور اس میں فیاضی بخشش اور قربانی کی روح بھی ہو سکتی ہے۔ بچپن میں اس نے بھی خدا کا نام سنا تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا۔ لین جب زندگی کی کشاکش کا میدان سامنے آیا تو اس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اس نے قدم اٹھا دیئے اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی بڑھتے گیا۔ نہ تو خود اسے کبھی مہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اس کی شقاوت بڑھتی گئی سوسائٹی اپنی سزا و عقوبت کی مقدار بھی بڑھاتی گئی۔ سوسائٹی کے پاس اس کی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی۔ اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی کا خوگر ہو گیا۔

لیکن اب اچانک اس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے۔ وہ جب چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اب یکا یک اس سورج کی پہلی کرن ابن ساباط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی اور وہ یک دفعہ تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ گیا۔

اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں اس کے دل تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن وہ جہالت و گمراہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا اور حقیقت کے فہم کے لئے تیار نہیں ہوا۔ لیکن جونہی اجنبی کے آخری الفاظ نے وہ پردہ ہٹا دیا جو اس نے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا حقیقت اپنی پوری شان تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہو گئی اور اب اس کی طاقت سے باہر تھی کہ اس تیر کے زخم سے اپنا سینہ بچا لے جاتا۔

اس نے اپنی جہالت سے پہلے خیال کیا تھا۔ اجنبی بھی میری ہی طرح کا ایک چور ہے اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت اور اعانت کر رہا ہے۔ اس کا ذہن یہ تصور کر ہی نہیں سکتا تھا کہ بغیر غرض اور انتفاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک رک سکتا ہے۔ لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلایا کہ وہ چور نہیں بلکہ اسی مکان کا مالک ہے جس مکان کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یکا یک ایک بجلی آسمان سے گر پڑی کہ: ''یہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا۔ لیکن اس نے چور کو پکڑنے اور سزا دلوانے کی جگہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

اس کیا سلوک کیا؟۔ کا جواب اس کی روح کے لئے ایک دہکتا انگارہ تھا اور دل کے لئے ایک ناسور تھا۔ وہ جس قدر سوچتا روح کا زخم گہرا ہو جاتا اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا۔ اس کا ایک ایک واقعہ ایک ایک حرف یاد کرتا اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہو جاتی تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کر دیتا اور آخر تک پہنچا کر پھر ابتداء کی طرف لوٹتا۔ میں اس کے

یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں اس کا مال متاع غارت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے بھی چور سمجھا۔ اسے گالیاں دیں۔ بے رحمی سے ٹھوکر لگائی۔

مگر اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟۔ ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سوچتا اور پھر یہی سوال دہرانے لگتا۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ بغداد کی مسجدوں کے میناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابن ساباط بھی اپنے غیر آباد گوشہ سے اٹھا چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا۔ کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبے نے لے لی تھی۔ وہ کرخ کے اس حصے میں پہنچا جہاں گزشتہ رات گیا تھا۔ رات والے مکان کے پہچاننے میں اسے بہت وقت پیش نہیں آئی۔ مکان کے پاس ہی ایک لکڑ ہارے کا جھونپڑا تھا۔ یہ اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ: ''یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے۔ اس میں کون تاجر رہتا ہے؟۔'' تاجر؟۔ بوڑھے لکڑ ہارے نے تعجب کے ساتھ کہا۔

''معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو۔ یہاں تاجر کہاں سے آیا؟۔ یہاں تو شیخ جنید بغدادیؒ رہتے ہیں۔'' ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا۔ لیکن صورت آشنا نہ تھا۔

ابن ساباط مکان کی طرف چلا۔ رات کی طرح اس وقت بھی دروازہ کھلا تھا۔ یہ بے تامل اندر چلا گیا۔ سامنے وہی رات والا ایوان تھا۔ یہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور دروازہ کے اندر نگاہ ڈالی۔ وہی رات والی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ رات والا تکیہ ایک جانب دھرا تھا۔ تکیہ سے سہارا لگائے عجیب اجنبی بیٹھا تھا۔ تیس چالیس آدمی سامنے تھے۔ واقعی اجنبی تاجر نہیں تھا۔ شیخ جنید بغدادیؒ تھے۔

اتنے میں عشاء کی اذان ہوئی۔ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سب لوگ جا چکے تو شیخ بھی اُٹھے جونہی انہوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں پر گر گیا یہ ابن ساباط تھا۔ اس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا۔ آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں۔ دجلہ کی سوتیں بھر گئی تھیں۔ دیر تک رکی رہیں۔ مگر اب نہیں رک سکتی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آجائے تو پھر دل کی کون سی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی ہے۔

شیخ نے شفقت سے اس کا سر اٹھایا۔ یہ کھڑا ہو گیا۔ مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟۔ جب دل کی آنکھوں کی زبان کھل جاتی ہے تو منہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اسی واقعہ پر کچھ عرصہ گزر چکا ہے۔ شیخ احمد بن ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقہ ارادات کے ان فقراء میں ہے جو سب میں پیش پیش ہیں۔ شیخ کہا کرتے ہیں کہ: ''ابن ساباط نے وہ راہ لمحوں میں طے کر لی جو دوسرے برسوں میں بھی طے نہیں کر سکے۔''

ابن ساباط کو چالیس برس تک دنیا کی دہشت انگیز سزائیں نہ بدل سکیں۔ مگر محبت اور قربانی کے ایک لمحہ نے چور سے اہل اللہ بنا دیا۔

واقعہ کربلا کا تاریخی پس منظر!

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بعد حضرت امام حسنؓ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ ان کے بعض عمال نے یزید کو خلیفہ بنانے کی تجویز پیش کی۔ جس میں ان کو تردد تھا۔ مگر جب حضرت امام حسنؓ کی وفات ہوگئی تو یزید کے معاملہ میں حضرت امیر معاویہؓ کی توقعات اور ولی عہدی کے امکانات روشن ہوگئے۔ پدرانہ محبت وتعلق کی بناء پر حضرت معاویہؓ سے ایسا ہونا غیر طبعی اور غیر فطری بھی نہ تھا۔ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے اثنائے گفتگو کہا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ رعیت کو اپنے بعد بھیڑ بکریوں کے اس ریوڑ کی طرح چھوڑ دوں جو بارش میں بھیگ رہی ہو اور اس کا کوئی رائی نہ ہو۔ یزید کی بیعت جس روز لی گئی اس کی عمر ۳۴ سال تھی۔

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کی بیعت کے لئے لوگوں کو سنہ ۴۹ ہجری میں بلایا۔ مسلمانوں نے اس کو عام طور ناپسند کیا اور سخت اختلاف کا اظہار کیا۔ کیونکہ لوگوں کو یزید کے مشاغل' شکار وتفریح سے شغف کا علم تھا۔ لوگوں نے یزید سے کہا کہ وہ اس کے لئے آگے نہ بڑھیں۔ کیونکہ اس سے اجتناب واحتیاط اس کے لئے سعی وکوشش کرنے سے بہتر ہے۔ یزید اس عام تاثر کو معلوم کر کے اس ارادہ اور اس کے لئے سعی کرنے سے باز رہا اور اپنے والد سے گفت وشنید کی اور دونوں اس کے ترک کرنے پر متفق ہوگئے۔

جب سنہ ۵۶ ہجری شروع ہوئی تو حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کے لئے بیعت لینے کا انتظام شروع کیا اور لوگوں کو اس امر کی دعوت دی اور تمام ممالک میں اس کی اطلاع بھیج دی۔ سبھوں نے تمام ملک میں بیعت کر لی۔ سوائے حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت حسین بن علیؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے۔ حضرت امیر معاویہؓ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ آئے۔ جب مکہ سے واپسی پر مدینہ طیبہ سے گزرے تو ایک تقریر کی۔ یہ لوگ منبر کے پاس موجود تھے۔ لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی اور یہ حضرات بیٹھے رہے۔ نہ موافقت کی اور نہ مخالفت کی۔ کیونکہ اس سلسلہ میں خاصا ڈرایا دھمکایا گیا تھا۔ پس یزید کی بیعت سارے ملکوں میں تسلیم کر لی گئی اور تمام ملکوں سے یزید کے پاس وفود آنے لگے۔

حادثہ کربلا

حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور انکار بیعت پر مصر رہے۔ وہ اپنے جد امجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر مدینہ طیبہ میں مقیم تھے۔ لیکن یزید کے کارندے' اس کے عمال نے ان کے انکار بیعت کو وہ اہمیت دی جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے انکار کو نہیں دی تھی۔ کیونکہ وہ حضرت امام حسینؓ کے مقام اور رسول

اللہﷺ سے ان کا جو رشتہ اور نسبت تھی اس کی اہمیت وعظمت اور اس کے دوررس اثرات سے واقف تھے اور چونکہ ان کے عظیم المرتبت والد کی تاریخ سے یہ بات مربوط تھی اور حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت میں جو واقعات پیش آئے تھے وہ بھی ان کارندوں کے علم میں تھے۔ مگر ان کی کوششوں کے باوجود حضرت امام حسینؓ نے جھکنا یا نرم پڑنا قبول نہیں فرمایا۔ انہوں نے جو موقف اختیار فرمایا تھا وہ پوری بصیرت اور عزم وارادہ کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ اس سے وہ منحرف نہیں ہوئے۔

مکہ سے کوفہ کا قصد

حضرت امام حسینؓ نے مکہ سے عراق کی طرف اپنے خانوادہ کے افراد اور ساٹھ لوگوں کی معیت میں جو کوفہ کے رہنے والے تھے کوفہ کا قصد کیا۔ راستہ میں ان کو حضرت مسلمؓ کی شہادت جس طرح پیش آئی اس کی خبر ملی۔ وہ بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون! پڑھتے رہے۔ لوگوں نے کہا اب اللہ ہی آپ کا محافظ ہے۔ فرمایا کہ ان کے بعد اب زندگی میں لذت بھی نہیں ہے۔ جب حاجر پر پہنچے تو فرمایا کہ ہمارے گروہ والوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ آپ لوگوں میں سے جو شخص واپس جانا چاہے جا سکتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض یا دارو گیر نہیں ہوگی۔ چنانچہ لوگ ان کے ارد گرد سے ہٹنا شروع ہوئے۔ یہ وہ اعراب تھے جو دائیں بائیں سے راستہ میں آکر مل گئے تھے اور آپ کے ساتھ وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ساتھ تھے۔

اس مقام پر حضرت امام حسینؓ نے خطوط سے بھرے ہوئے دو تھیلے اٹھائے اور ان کو کھول کر پھیلا دیا۔ کچھ حصے بڑھ کر سنائے۔ حر نے کہا ہم وہ لوگ نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو ان خطوط میں سے کوئی خط بھی لکھا ہو۔ حر وہاں سے ٹل گئے اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چلنے لگے۔ کوفہ کے چند افراد حضرت امام حسینؓ کے پاس آئے۔ ان سے آپ نے دریافت کیا کہ تمہاری پارٹی کے لوگوں کا کیا حال ہے؟۔ اس پر مجمع بن عبداللہ العامری نے کہا سربرآوردہ قسم کے لوگ سب آپ کے خلاف جتھہ بنائے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کو بڑی بڑی رشوتیں مل چکی ہیں اور ان کی خواہشات پوری کی گئی ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ رہے عوام تو ان کے دل آپ کی جانب مائل ہیں۔ مگر ان کی تلواریں کل آپ ہی کے خلاف اٹھیں گی۔

عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو بھیجا تو حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ عمر! تین باتوں میں سے میرے لئے ایک بات مان لو۔ یا تو مجھے چھوڑ دو جیسے آیا ہوں واپس جاؤں۔ اگر اس سے انکار کرتے ہو تو مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دوں۔ وہ جو پسند کرے فیصلہ کرے اور اگر یہ بھی ناپسند ہو تو ترکوں کی طرف جانے دو۔ تاکہ میں ان سے جہاد میں اپنی جان دوں۔ اس نے یہ پیغام ابن زیاد تک پہنچایا اور اس نے چاہا کہ یزید کی طرف بھجوا دیں۔ مگر شمر ذی الجوشن نے کہا کہ نہیں ان کو (حضرت حسینؓ) آپ کا حکم ماننا چاہئے۔ یہ بات حضرت امام حسینؓ

تک پہنچائی گئی۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ نہیں کروں گا۔ عمر بن سعد نے آپ سے جنگ میں سستی کی۔ ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو بھیجا کہ اگر عمر آگے بڑھیں تو جنگ میں شریک ہو۔ ورنہ اس کو قتل کر دے اور اس کی جگہ لے لے۔ میں نے تجھ کو والی بنایا۔ عمر کے ساتھ قریباً ۳۰ آدمی اہل کوفہ کے بڑے آدمیوں میں سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نواسہ رسول ﷺ تین باتیں پیش کر رہے ہیں۔ تم اس میں سے کچھ بھی قبول نہیں کرتے؟۔ یہ سب لوگ حضرت امام حسینؓ کی جماعت میں آگئے اور ان کی معیت میں جنگ کی۔

حضرت امام حسینؓ کربلا میں

ابن زیاد نے عمر بن سعد کو حکم دیا کہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو پانی سے روک دیا جائے۔ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھی سب تلواریں حمائل کئے ہوئے تھے۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پانی لیں اور اپنے گھوڑوں کو پلائیں اور دشمنوں کے گھوڑوں کو بھی۔ حضرت امام حسینؓ نے ظہر کی نماز ادا کی۔

عمر بن سعد نے شمر ذی الجوشن کو پیدل فوجوں میں رکھا اور وہ لوگ حضرت امام حسینؓ اور اصحاب حسینؓ کی طرف جمعرات کے دن نویں محرم کی شام کو پہنچے اور پیدل وسوار دونوں نے گھیراؤ کر لیا۔ اس موقع پر حضرت امام حسینؓ نے اس رات اپنے اہل خاندان کو وصیت کی اور اپنے ساتھیوں کے سامنے تقریر کی اور ان کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں چلے جائیں اور فرمایا کہ دشمنوں کا ہدف تنہا میں ہوں۔ ان کے بھائیوں' صاحبزادوں اور بھائیوں کے صاحبزادوں نے کہا کہ آپ کے بعد ہماری زندگی بے کار ہے۔ اللہ ہم کو آپ کے سلسلہ میں وہ نہ دکھائے جسے ہم پسند نہیں کرتے۔ حضرت عقیلؓ بن ابی طالب کے صاحبزادوں نے کہا کہ ہماری جانیں' ہمارے مال اور ہمارے اہل وعیال سب آپ فدا۔ جو انجام آپ کا ہوگا وہ ہمارا ہوگا اور آپ کے بعد زندہ رہنے پر تف ہے۔

جمعہ کے دن صبح کی نماز حضرت امام حسینؓ نے ادا کی۔ (بعض روایتوں میں ہے کہ ہفتہ کا دن تھا) اور یہ عاشورہ کا دن تھا۔ آپ کے ساتھیوں میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادہ تھے۔ حضرت امام حسینؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قرآن کریم اپنے سامنے رکھا اور آپ کے صاحبزادے علی بن حسینؓ (زین العابدین) جو بیمار اور کمزور تھے وہ بھی جنگ کے لئے تیار ہوئے۔ حضرت امام حسینؓ لوگوں کو یاد دلانے لگے کہ وہ کون ہیں۔ کس کے نواسے اور بیٹے ہیں اور ان کی کیا حیثیت اور مقام ہے؟۔ وہ فرماتے تھے کہ لوگو! اپنے دلوں کو ٹٹولو اور اپنے ضمیر سے پوچھو! کیا مجھ جیسے شخص سے جنگ کرنا جبکہ میں تمہارے نبی ﷺ کا نواسہ ہوں' درست ہے؟۔ حر بن یزید الریاحی آپ سے آکر مل گئے اور اپنے گھوڑے پر یزیدی فوج کے سامنے آگئے اور جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

اس اثناء میں شمر کھڑا ہوا اور آگے بڑھا اور حضرت امام حسینؓ کے رفقاء پر حملے کرنا شروع کئے اور آپ کے ساتھی تنہا و دو دو آپ کے سامنے جنگ کرتے رہے اور آپ کے لئے دعا کرتے رہے۔ آپ فرماتے جزاکم اللہ

احسن جزاء المتقین !وہ لوگ آپ کے سامنے جنگ کر کے ختم ہو گئے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کے فرزندوں اور حضرت امام حسینؓ کے بھائیوں میں سے بہت سے لوگ شہید ہو گئے۔

شمر ذی الجوشن نے آواز دی کہ اب (حضرت) حسینؓ کا کام تمام کرنے میں کیا انتظار ہے؟۔ چنانچہ آپ کی طرف زرعہ بن شریک التمیمی بڑھا اور آپ کے شانہ مبارک پر وار کیا۔ پھر سنان بن انس بن عمرو النخعی نے نیزہ چلایا اور گھوڑے سے اتر کر سر مبارک تن سے جدا کر دیا اور اس کو خولی کی طرف پھینکا۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد ان کے جسم اطہر کو دیکھا تو اس پر ۳۳ نشان نیزوں کے اور ۳۴ نشانات دوسری ضربوں کے آئے۔

حضرت امام حسین بن علیؓ کے ساتھ ۷۲ آدمی شہید ہوئے اور محمد بن حنفیہؒ کا بیان ہے کہ آپ کے ساتھ سترہ افراد شہید ہوئے۔ وہ سب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی اولاد سے تھے۔ حضرت امام حسینؓ جس روز شہید ہوئے وہ یوم عاشورہ جمعہ کا دن محرم کا مہینہ سنہ ۶۱ ہجری تھا۔ آپ کی عمر مبارک چون سال (۵۴) ساڑھے چھ ماہ تھی۔

ہشام کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک آیا تو یزید بن معاویہؓ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اگر تم حسینؓ کو قتل نہ کرتے جب بھی میں تم سے کچھ نہ کہتا۔ اللہ ابن سمیہ پر لعنت بھیجے۔ بخدا اگر میں وہاں ہوتا تو معاف کر دیتا۔ معاویہؓ بن ابو سفیانؓ کے ایک آزاد شدہ غلام نے بیان کیا کہ جب یزید کے سامنے حضرت حسینؓ کا سر لا کر رکھا گیا تو میں نے اس کو روتے دیکھا۔ اس نے کہا ابن زیاد اور حسینؓ کے درمیان کوئی رشتہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔

یزید کے سامنے رفقائے حضرت امام حسینؓ میں سے جو لوگ بچے تھے وہ لائے گئے تو پہلے اس نے بدزبانی کی۔ پھر بہت نرمی کا معاملہ کیا اور اپنے گھر والوں کے پاس بھیج دیا۔ بعد میں ان کو سامان سفر دے کر مدینہ عزت کے ساتھ روانہ کر دیا۔ کوئی روایت اس طرح کی نہیں کہ اس نے ابن زیاد کو ملامت کی ہو یا سزا دی ہو یا معزول کیا ہو۔ اس کے مخالف بھی کچھ روایتیں ہیں جن میں یزید کی خوشی اور مسرت کا اظہار اور شماتت بیان ہے جو کسی مسلمان کے لائق نہیں۔

قادیانی خاتون کا قبول اسلام!

میر پور خاص کے ایک قادیانی گھرانے کی انیس سالہ لڑکی ثمینہ بنت مبارک نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میر پور کے ناظم اور مدینہ مسجد کے خطیب حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن فیض کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ محترمہ ثمینہ بنت مبارک نے جوڈیشنل مجسٹریٹ میر پور خاص کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں عاقل بالغ ہوں اور اپنی خوشی سے اسلام قبول کر رہی ہوں۔ جبکہ مجھ پر کسی بھی قسم کا کوئی دباؤ یا زبردستی نہیں کی گئی۔ میں مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ قادیانیت ایک جھوٹا اور لعنتی مذہب ہے۔ اس موقعہ پر جناب قاری نجیب الرحمٰن، حضرت مولانا عنایت اللہ، جناب قاری ولی اللہ، حضرت مولانا محمد علی صدیقی اور دیگر حضرات موجود تھے۔

مباحثہ ایبٹ آباد!

مولانا اللہ وسایا

داتہ ضلع مانسہرہ سرحد میں فاروق نامی ایک قادیانی رہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ کوئی عالم دین میرے اشکال دور کردے۔ وہ ایبٹ آباد تشریف لائے تو وہاں کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران سے ملے اور اپنے مسلمان ہونے کے اعلان کے لئے شرط عائد کی کہ میری ملازمت اور رہائش کا انتظام کردیں۔ ویسے تو میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ اس نے بتایا کہ میں سمندری ضلع فیصل آباد کا رہائشی ہوں۔ فیصل آباد کے بریلوی مکتب فکر کے مدرسہ میں پڑھتا رہا ہوں۔ بعد میں مرزائی ہوگیا۔ میرے اشکال دور کردیں۔ رہائش بمع اہل وعیال اور ملازمت کا بھی اہتمام کریں۔ خلاصہ یہ کہ میں نے قادیانیت ترک کردی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے اعلان سے قبل میرے اشکالات کا حل ہوجائے۔

ایبٹ آباد کے دوست چاہتے تھے کہ ہم اس کی مدد کریں۔ لیکن اس کی پوزیشن واضح ہو کہ اس نے قادیانیت کو ترک بھی کیا ہے یا کرنا چاہتا ہے یا صرف ہمیں دھوکہ دینے کے درپے ہے؟۔ جناب وقار گل جدون‘ جناب سید مجاہد شاہ‘ داتہ کے جناب سید شجاعت علی شاہ اور ایبٹ آباد کے علمائے کرام نے مجھے (فقیر کو) حکم فرمایا۔ فقیر (حضرت مولانا اللہ وسایا)‘ حضرت مولانا قاضی احسان احمد مبلغ اسلام آباد حال کراچی کے ہمراہ ۱۸ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات صبح دس بجے ایبٹ آباد حاضر ہوا۔ یہ سب حضرات اور قادیانی فاروق جمع تھے۔ گفتگو ہوئی۔ بعد میں کیسٹوں سے نقل کرکے جناب سید شجاعت علی شاہ صاحب نے مجھے (فقیر کو) بھجوادی۔ قارئین کرام تین باتیں ملحوظ رکھ کر اس کا کو مطالعہ فرمائیں۔

۱..... فاروق صاحب نے قادیانیت ترک کردی ہے یا نہیں؟۔

۲..... یہ واقعتاً مسلمان ہونا چاہتے ہیں یا نہیں؟۔

۳..... محض دنیوی چکر دے کر مفاد حاصل کرنے کے درپے ہیں؟۔

بیٹھتے ہی ہم نے اس کے وساوس دور کرنے سے بات کا آغاز کیا۔

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ! بسم اللہ الرحمن الرحیم! جناب فاروق صاحب! وسوسے کو دور کرنا یا کسی کے وہم کو دور کرنا دنیا میں سب سے مشکل ترین کام ہے۔ وسوسہ سوائے توفیق الٰہی کے دور نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک آپ اپنی طبیعت کے اندر خود طلب پیدا نہیں کریں گے ہماری معروضات کا فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک آدمی کمزور ہے۔ کمزور جسم کے اندر بیماری کے جراثیم اثر کرتے ہیں۔ اگر اس کے جسم کے اندر قوت مدافعت نہیں ہے تو جتنا

چاہے اس کا علاج کرتے رہیں اس کی بیماری کی جڑ کبھی دور نہیں ہوگی۔ بیماری کی جڑ اس دن دور ہوگی جس وقت جسم کے اندر قوت مدافعت پیدا ہوگی۔ آپ کسی عالم دین کے ہاں جائیں وہ مجھ سے کروڑ گنا زیادہ آپ کو وعظ کرتا رہے۔ لیکن باہر نکل کر آپ نے یہ ہی کہہ دینا ہے کہ میں مطمئن نہیں ہوا۔ اس لئے کہ بیماری کی جڑ موجود ہے۔ جراثیم موجود ہیں۔ اس کی وجہ سے کوئی دوائی اثر نہیں کر رہی۔

وساوس کو دور کرنے کا علاج

وساوس اور وہم کو دور کرنے کے لئے صرف اور صرف ایک طریقہ ہے کہ آپ اپنے طور پر سٹڈی کرنی شروع کردیں۔ زنگ اترتی جائے۔ سٹڈی ہوتی جائے۔ زنگ اترتی جائے۔ تیاری ہوتی جائے۔ ایک ایسا وقت آئے گا کہ آپ بہترین جواب دینے والے بن جائیں گے۔ میں درخواست کرتا ہوں آپ سے کہ آپ نے ان (مقامی رفقاء) کے کہنے پر اسلام قبول کرلیا۔ لیکن حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر ابھی آپ کی طبیعت صاف نہیں ہوئی۔ ہمارا فرض بنتا ہے۔ ہم بیٹھیں گے اور یہ آج کی مجلس کوئی فیصلہ کن نہیں ہوگی۔ ہم بیٹھیں گے کوئی چار چیزیں آپ کی خدمت میں عرض کریں گے۔ آپ جو ارشاد فرمائیں گے ہم سنیں گے۔ کسی نتیجہ پر پہنچ گئے تو ٹھیک ہے۔ نہیں تو اور کتابوں کے مطالعہ کی آپ کو سفارش کریں گے۔ اس کے بعد اور کتابوں کا آپ مطالعہ کریں گے۔ تب جا کر آپ کے اشکالات دور ہوں گے۔ لیکن ذہناً آپ آمادہ ہوں کہ میں نے مسئلہ سمجھنا ہے۔ دوستوں کے کہنے پر نہیں۔ بلکہ اپنی طلب سے۔ حیات مسیح علیہ السلام۔ یہ دین کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے۔ اس کو تو آپ لے کر چلتے رہیں۔ اس مجلس کو آپ فیصلہ کن قرار نہ دیں۔ ورنہ کسی نتیجہ پر زندگی بھر نہیں پہنچ پائیں گے۔

دوسری درخواست

میری دوسری درخواست یہ ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام پر آپ کو اشکال ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی پر بھی کوئی اشکال ہے؟۔ اسے آپ ابھی بھی سچا مانتے ہیں یا جھوٹا سمجھتے ہیں؟۔

فاروق: ’’جب چھوڑ دیا تو بس اب ٹھیک ہے۔ جھوٹا سمجھتا ہوں۔‘‘

مولانا: یہ نہیں۔ یہ کہ: ’’جب چھوڑ دیا تو بس اب ٹھیک ہے۔ جھوٹا سمجھتا ہوں۔‘‘ اس طرح نہیں۔ ڈنکے کی چوٹ پر کہیں کہ: ’’میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر سمجھتا ہوں۔‘‘

فاروق: ٹھیک ہے جی!

مولانا: دیکھیں۔ جتنی مجلس بیٹھی ہے ان سب کا مرزا قادیانی کے متعلق یہی عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے۔

فاروق: ’’ٹھیک ہے جی!‘‘ اس میں کوئی اشکال نہیں۔

مولانا: یہ دو علیحدہ علیحدہ باتیں ہیں۔ میں آپ پر جبراً اور ظلماً کوئی بات مسلط نہیں کروں گا۔ میں آپ

کے اندر کی بات باہر لانا چاہتا ہوں۔

تیسری درخواست

چلو اب میں تیسری یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر حیات عیسیٰ علیہ السلام یا وفات عیسیٰ علیہ السلام کی بنیاد پر کسی کو سچا ماننا ہے تو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا انکار یہودیوں نے کیا ہے۔

اس مسئلہ کی بنیاد پر اگر اسلام کو چھوڑ کر کسی گروپ میں جانا ہے تو پھر یہودیت میں جانا چاہئے۔ اس مسئلہ کے انکار سے اگر کسی کو فائدہ پہنچ رہا ہے تو وہ یہودی ہیں۔ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ انا قتلنا المسیح! کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے مسیح علیہ السلام کو قتل کیا۔ اس کو تو قرآن نے خود نقل کیا ہے۔ اگر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے آپ انکاری ہیں اور اس کی وجہ سے کسی گروپ کے اندر جانا ہے تو سب سے پہلے یہودیت میں جانا چاہئے۔

پھر بعض ایسے بھی تھے مسیحوں میں سے جو یہ کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر موت واقع ہوگئی تھی۔ ان کو قبر میں رکھا گیا۔ تین دن بعد زندہ ہوئے اور آسمانوں پر چلے گئے۔ تین دن تک وہ بھی ان کو مردہ مانتے ہیں۔ ان کی وفات کے تین دن تک کے وہ بھی قائل ہیں۔ اگر مسیح علیہ السلام کی وفات کی بنیاد پر ہی کسی کے ہاں جانا ہے تو پھر مسیحی (عیسائی) بننا چاہئے۔ علاوہ ازیں سرسید خاں بھی اس ملک میں ایسے تھے اور مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے انہوں نے وفات مسیح علیہ السلام کا اقرار کیا۔ سب سے پہلے مرزا قادیانی نے ان کے اگلے ہوئے نوالے یا ان کی چبائی ہوئی اور چچھوری ہوئی ہڈیوں کا رس چوس کر اس بنیاد پر اس کو جرأت ہوئی حیات مسیح علیہ السلام کے انکار کی۔

اگر وفات مسیح علیہ السلام کی بنیاد پر آپ نے عقیدہ تبدیل کرنا تھا تو پھر آپ کو پرویزی ہونا چاہئے تھا یا نیچری ہونا چاہئے تھا۔ حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر ہماری گفتگو ایک دفعہ نہیں بیسوں دفعہ ہوگی اور میں بڑے کھلے دل کے ساتھ اس پر گفتگو کے لئے تیار ہوں۔ دل چیر کے دکھانا ممکن نہیں۔ ورنہ میں وہ بھی آپ کے سامنے رکھتا۔ میرے دل میں آپ کے لئے محبت ہے۔ آپ ہمارے انتہائی واجب الاحترام بھائی ہیں، ساتھی ہیں۔ مسلک اور عقیدہ اپنا اپنا۔ چلو اخلاص کے ساتھ ہم آپ کو قریب کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ ہمارے قریب بیٹھنے کی کوشش کریں۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ لیکن میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات کے انکار کی وجہ سے کہیں جانا تھا تو یہودیت مستحق تھی۔ عیسائیت مستحق تھی۔ پرویزی تھے۔ سرسید خاں تھے۔ آپ وہاں کیوں نہیں گئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس کیوں آئے۔ پہلے اس وسوسے کو دور کریں کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے یا مسئلہ کے سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے آپ مرزا قادیانی کے پاس گئے ہیں؟۔ یا قادیانیت قبول کرنے کا یہ مسئلہ باعث نہیں؟۔

اگر آپ اپنے طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باعث ہے تو پھر آپ اپنے نفس کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔ ضمیر کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔ اپنے آپ کے ساتھ بھی زیادتی کر رہے ہیں۔ یہ مسئلہ قطعاً اس کا باعث نہیں۔ اس کے عوامل اور

ہوں گے۔ عوامل کیا ہیں؟۔ مثلاً سگریٹ والوں کے پاس جا کر بیٹھتا ہوں تو مجھے بدبو آئے گی۔ بعد میں میں یہ کہوں کہ مجھے بدبو بہت آتی تھی۔ بھائی میں جس ماحول کے اندر گیا تھا۔ اس ماحول کے تو میرے اوپر اثرات پڑنے تھے۔ جس وقت آپ کی طبیعت نے قادیانیوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ سوچنا شروع کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا فلاں مسئلہ بھی سچا ہوسکتا ہے۔ بس اس دن سے آپ کو جراثیم لگنا شروع ہوگئے۔ پھر چل سو چل۔ میری درخواست سمجھتے ہیں۔ پہلے ان جراثیم کو دفع کرنے کا تہیہ کریں۔

مرزا قادیانی اور حیات مسیح علیہ السلام

اگر واقعتاً آپ کے اندر دین اسلام کی طلب ہے اور قادیانیوں کو چھوڑا ہے تو پہلے ان جراثیم سے اپنے آپ کو پاک کریں۔ ان جراثیم سے پاک ہونے کے بعد پھر آپ کی طبیعت بحال ہوگی۔ میں اسی کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی اور حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ کو لیجئے۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی بارہ سال اپنے دعوے کے بعد کہتا رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر کہتا تھا کہ زندہ ہیں۔ پھر خود لکھتا ہے کہ بارہ سال کے بعد اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی اور الہام نے مجھے کہا کہ تو مسیح ہے۔ بارہ سال سادگی کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ مسیح بناتا رہا اور میں انکار کرتا رہا۔ (نزول المسیح ص ۱۱۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۳، ۱۱۴)

وہ خدا بھی کیا خدا ہوا کہ جو الہام کرتا ہے اور مرزا قادیانی انکار کرتا ہے اور یہ صاحب بھی کیا مسیح ہوئے کہ جو اللہ تعالیٰ سے متواتر الہام کو بارہ سال تک پس پشت ڈالتے رہے؟۔ بابو فاروق صاحب! یہ مذہب نہیں تماشہ ہے۔

اللہ رب العزت کے نبی سب سے پہلے اپنی وحی کے اوپر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی بارہ سال تک کہتا ہے کہ میں اسی عقیدے کے اوپر قائم رہا یعنی رسمی عقیدہ پر۔ لیکن رسمی عقیدہ نہیں قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر کہتا تھا کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح جس وقت دوبارہ اس جلالت شان کے ساتھ اس دنیا میں آئیں گے تو اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ ص ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳)

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ بارہ سال اللہ تعالیٰ مجھے سمجھاتا رہا اور میں اسے اپنے (اس) وہم پر محمول کرتا رہا۔ یعنی رسمی عقیدہ پر قائم رہا۔ بارہ سال کے بعد جس وقت بارش کی طرح اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے مجھے کہا کہ تو مسیح موعود ہے تو پھر مجھے یقین ہوا اور پھر یہ بھی اعلان کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔

اس بات کو لے کر مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا محمود سیرت مسیح موعود کے اندر لکھتا ہے کہ الہاماً مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔ (سیرۃ مسیح موعود ص ۳۰، از مرزا محمود قادیانی)

میں (فقیر) آپ سے بڑے درد کے ساتھ استدعا کرتا ہوں کہ اس پر توجہ فرمائیں کہ ایک آدمی قرآن کی بنیاد پر بارہ سال کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ پھر الہام کی بنیاد پر کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ پھر اپنے الہام پر قرآن کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ میری درخواست سمجھ رہے ہیں؟۔

دنیا میں اس سے بڑھ کر بڑا کافر کون ہوسکتا ہے جو اپنے الہام کی بنیاد پر قرآن مجید کی تغلیط کرے؟۔ پہلے یہ کہے کہ یہ مسئلہ یوں ہے۔ پھر الہام کی بنیاد پر کہے کہ یہ مسئلہ یوں نہیں یوں ہے۔ آپ میری درخواست سمجھ رہے ہیں؟۔

میرے مخدوم واجب الاحترام بھائی! دنیا میں سب سے بڑا کافر وہ ہے جو اپنے الہام کی بنیاد پر قرآن کو منسوخ کرے۔ چلیں! اس کو بھی چھوڑتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی میرے اندر خوبو ہے۔ میں ان کی طرز پر آیا ہوں۔ اس وقت مرزا قادیانی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام فتح اسلام ہے۔ اس کے اندر کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا تو قرآن میں تین جگہ ذکر ہے۔ (فتح اسلام ص ۸، خزائن ج ۳ ص ۵۴)

یاد رکھئے تین جگہ! جس وقت آگے چل کر اگلی کتاب لکھی۔ اس کتاب کا نام ہے ازالہ اوہام۔ اس کے اندر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ جس وقت کہا کہ میں مسیح موعود ہوں تو کہتا ہے کہ قرآن مجید کی تیس آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۵۹۸، خزائن ج ۳ ص ۴۲۳)

ایک ساتھ جوں جوں اس کے دعاوی بڑھتے جارہے ہیں۔ توں توں قرآن مجید کی آیات کو وہ غلط مطلب پر لانے کی کوشش کرتا ہے اور پھر ان کے اندر تحریف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے آپ یہ سمجھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دل ودماغ شیطان کے ہاتھوں کس طرح شیطانی کھیل کھیل رہا تھا؟۔

جب تک مسیح کی خوبو یا نقش قدم یا صفات کا دعویٰ نہیں کیا تھا تو حیات مسیح علیہ السلام کا قائل تھا۔ جب خوبو کا دعویٰ کیا تو کہتا ہے کہ تین آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ جس وقت کہا کہ میں وہی مسیح ہوں تو اب کہہ دیا کہ تیس آیتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ تین کو تیس کردیا۔ اس سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں اور اس پر آپ سٹڈی کریں۔ میں آپ کے لئے لائنیں متعین کردیتا ہوں۔ آپ اس پر سٹڈی کریں کہ یہ خود غرض آدمی ہے جو قرآن مجید میں اپنی خود غرضی کی بنیاد پر تحریف کرتا چلا جارہا ہے۔

ایک اصولی بات

آپ کے میں اعتراض سنوں گا۔ ان کو دور کرنے کی کوشش بھی کروں گا۔ آپ کے استدلال سنوں گا۔ اس کے جواب عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اعتراض اور جواب سے پہلے کسی بھی مسئلہ سے متعلق قرآن مجید کی آیت کریمہ پر ایک اس کا ترجمہ آپ کریں گے۔ ایک میں اس کا ترجمہ کروں گا۔ میرے ترجمہ سے ممکن ہے آپ اتفاق نہ کریں۔ آپ کے ترجمہ سے ممکن ہے میں اتفاق نہ کروں۔ اسلام کا' مسلمانوں کا اور خود مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ: ''جس طرح چودہ سو سال سے یہ قرآن امت مسلمہ کے ہاتھوں میں موجود ہے اسی طرح اس کا فہم بھی امت کے ہاتھوں میں موجود ہے۔'' (ایام الصلح ص ۵۵، خزائن ج ۱۴ ص ۲۸۸)

کبھی چودہ سو سال میں ایک سیکنڈ بھی امت پر ایسا نہیں آیا کہ کائنات کے اندر قرآن مجید کو سمجھنے والا کوئی آدمی موجود نہ ہو۔ ہر دور کے اندر تفسیریں لکھی گئیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے آنے پر حیات مسیح کے مسئلہ پر امت مسلمہ کا اور مرزا قادیانی کا اختلاف ہوا۔ اس سے پہلے کے جو بزرگ تھے جن کی مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش سے پہلے کی تفسیریں ہیں۔ وہ تو متنازعہ نہیں؟ ٹھیک ہے؟۔

اس کے لئے سب سے پہلے بہتر ہوگا کہ جو آیت آپ پیش کریں اس کو ہم پہلے لے کر چلیں گے۔ حضرت علامہ فخر الدین رازیؒ کے دروازے پر۔ ان سے پوچھیں گے کہ آپ بتادیں ترجمہ کیا ہے۔ جو وہ ترجمہ کر دیں گے آپ بھی مان لیں میں بھی مان لوں گا۔ یہ مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے کے آدمی ہیں۔ حضرت علامہ طبریؒ اور میں ان کا نام اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے متعلق مرزا قادیانی کہتا ہے کہ یہ فلاں صدی کا مجدد تھا' یہ فلاں صدی کا مجدد تھا۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ سے پوچھ لیں گے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ کو بھی مرزا غلام احمد قادیانی مجدد مانتا ہے۔ صاحب روح المعانی سے پوچھ لیں گے۔ مرزا قادیانی ان کی بھی تائید کرتا ہے۔ تو یہ میں نے پانچ تفسیروں کے نام لئے ہیں۔ روح المعانی' طبری' تفسیر رازی' جلالین' درمنثور۔ یہ عام موجود ہیں اور ہر ایک آدمی کو مل جاتی ہیں۔ یہ پانچ سات تفسیریں ہیں اور ان کے مصنفین کو مرزا قادیانی مجدد مانتا ہے اور یہ سارے مرزا قادیانی سے پہلے کے لوگ ہیں۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ جس آیت کو آپ پیش کریں یا میں پیش کروں۔ اس کی توضیح وتشریح ان متذکرہ حضرات سے پوچھیں گے۔ وہ آپ کے اور میرے فیصل ہوں گے۔ جو وہ فرمادیں آپ بھی مان لیں گے اور میں بھی مان لوں گا۔ اس سے آگے گفتگو میں آسانی ہوگی کہ آخر کوئی تو فیصل ہو؟۔ لیکن اگر ان لوگوں نے بھی قرآن نہیں سمجھا؟ اور فاروق بھائی! کہیں کہ میں نے سمجھا ہے اور ان لوگوں سے ہٹ کر سمجھنا ہے۔ تو فاروق بھائی ساری زندگی کوشش کرتا رہے یتخبطہ الشیطان من المس! والی کیفیت ہو جائے گی۔ قرآن مجید کو کبھی بھی نہیں سمجھ سکے گا۔ نہ میں اور نہ آپ۔ آخر کسی نہ کسی آدمی کے اوپر تو ہمیں اعتماد کرنا ہوگا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟۔

میں نے بہت ہی آپ کی خیر خواہی اور اخلاص کے ساتھ ایسی دو تین چیزیں پیش کیں ہیں۔ مثلاً میں نے اتنا کہہ دیا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے ان چار پانچ تفسیروں کو سامنے رکھ لیں۔ میں تو فارغ ہو گیا۔ جس آیت کو سمجھنا ہے ان تفسیروں کو اٹھائیں۔ یہ وہ تفسیریں ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے کی ہیں۔ یہ وہ تفسیریں ہیں جن کو مرزا قادیانی بھی مانتا ہے۔ جو وہ کہتے جائیں آپ ان کو مانتے جائیں۔ مجھ سے نہ پوچھیں۔ کسی سے بھی نہ پوچھیں۔ میں بھی فارغ اور آپ بھی فارغ۔

چوتھا آسان راستہ

اس کے بعد چوتھا اور آسان راستہ سٹڈی کرنے کا ہے۔ پھر کبھی یہ بھی سوچا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ

ایک مجدد ہونے کا بھی ہے؟۔مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں مجدد ہوں۔ ہمارے نزدیک مجدد کوئی ایسی حیثیت نہیں کہ جس پر ایمان لانا ضروری ہو۔رحمت دو عالمﷺ کی ایک حدیث شریف ہے۔اس کے مطابق کوئی شخصیت بھی ہو سکتی ہے' کوئی ادارہ بھی ہو سکتا ہے' کسی کے لئے دعویٰ مجددیت کرنا ضروری نہیں۔

مرزا قادیانی سے بھی پوچھا گیا کہ:''گزشتہ بارہ صدیوں کے مجدد کون ہیں۔اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔'' (حقیقت الوحی ص۱۹۳' خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۱)

جب معلوم نہیں اور خود مجدد ہونے کا مدعی ہے تو معلوم ہوا کہ مجدد پر ایمان لانا مومن ہونے کے لئے ضروری نہیں۔لیکن یہ اصولی طور پر مانتے ہیں کہ مجدد ہو سکتا ہے۔اب ہر صدی میں مجدد تھے۔مرزا غلام احمد قادیانی آیا ہے چودہویں صدی میں۔(فاروق بھائی! آپ ادھر ادھر نہیں دیکھیں گے)

مرزا غلام احمد قادیانی آیا چودہویں صدی میں۔اس سے پہلے تیرہ صدیوں میں مجدد تھے یا نہیں؟۔اگر تھے تو کون تھے؟۔مرزا قادیانی کا ایک مرید جس کا نام خدا بخش ہے اس نے مجددین کی ایک فہرست مرتب کی۔مرزا قادیانی نے مکمل کتاب پڑھوا کر سنی اور تصدیق کی۔ (عسل مصفی ج ۱ ص ۷)

عسل مصفی شاید آپ نے پڑھی ہو یا سنی ہو۔پہلے اس پر آپ توجہ کریں کہ:

مرزا قادیانی نے کہا کہ تیس آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوئی ہے۔یہ خدا بخش اتنا دجال نکلا۔یہ کہتا ہے کہ ساٹھ آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔(عسل مصفی ج ۱ ص ۲۸۰ تا ۳۰۰) یہ جملہ معترضہ تھا۔توجہ فرمائیں کہ اس کتاب کے اندر اس نے گزشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست دے دی۔ (عسل مصفی ج ۱ ص ۱۶۲ تا ۱۶۵)

بھائی! سب سے آسان راستہ یہ ہے کہ اس پورے تیرہ صدیوں کے مجددین کی (فاروق بھائی! جاگ رہے ہیں؟) تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست کو رکھ لیتے ہیں۔اس میں انہوں نے کسی صدی کے پانچ مجدد لکھے ہیں۔کسی کے تین لکھے ہیں۔کسی کے دو' کسی کے چار' کسی کے گیارہ اور کسی کے نو مجددین کی فہرست دے دی۔یہ فہرست منگوا لیتے ہیں۔اس کو سامنے رکھ لیتے ہیں۔اس فہرست کو دیکھ کر آپ ٹک مارک کرتے رہیں کہ اس صدی سے یہ مجدد اور اس صدی سے یہ مجدد۔تیرہ آدمیوں کے ناموں پر ٹک مارک کر دیں اور کہہ دیں کہ جو ان مجددین کا عقیدہ تھا وہی میرا عقیدہ۔ان سے پوچھ لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟۔ان سے پوچھ لیتے ہیں کہ حضور اکرمﷺ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔

آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اگر تیرہ صدیوں کے مجدد تو کہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اور چودہویں صدی کا مجدد کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے یا تیرہ صدیوں کے مجددین کو جھوٹا کہو یا اس ایک صدی کے مجدد

کو جھوٹا کہو؟۔ اب یہ میرا سوال آپ کے ضمیر سے ہے کہ آپ اس پر فیصلہ کرتے رہیں۔ یہ فیصلہ کرنے کا سب سے آسان راستہ ہے...... ! چلیں یہاں اس کو بھی چھوڑتے ہیں۔ آگے چلتے ہیں...... !

میں درخواست کروں گا آپ سے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق آپ وضاحت کردیں کہ آپ اس کو کیا مانتے ہیں؟۔ پھر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر آجائیں گے۔ میں مرزا قادیانی کی دلدل میں پھنسوں گا ہی نہیں۔ اگر آپ کو غلام احمد قادیانی کے مسئلہ کے متعلق بھی اشکال ہے تو پھر اسے صاف کرنا ہوگا۔

مجاہد شاہ: حضرت (فقیر) ان کو ایک کورس یا ڈوز مرزا قادیانی کے متعلق ضرور دے دیں۔

مولانا: نہیں۔ میں کھلے دل سے کہتا ہوں کہ یہ ہمارے ساتھی ہیں۔

فاروق: پہلے تو میں آپ کا مشکور ہوں۔ آپ دور سے آئے ہیں۔ ہمیں ٹائم دیا۔ آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ ہم نے آپ کو تکلیف دی اور آپ صرف اور صرف میرے لئے آئے۔ ہم نے آپ کو بلایا ہے۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ آئے۔ میں جس طرح قادیانیوں میں شامل ہوگیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ دوبارہ میں واپس لوٹوں۔

اچھا اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں۔ عقل اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کو دی ہے۔ عقل سلیم صرف انسانوں کو دی ہے۔ حیوانوں کو کیوں نہیں دی اور عقل کے ذریعہ بڑے فسادات ہوجاتے ہیں۔ اسی ضلع ایبٹ آباد میں بھی فساد ہوا۔

مولانا: آپ کی بات بڑی واضح ہے۔ اس پر مثالیں دینے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ پر کوئی قدغن نہیں لگانا چاہتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس مجلس سے ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ نتیجہ کی بات کہیں۔ میاں! عقل سلیم کا تو میں بھی قائل ہوں۔

فاروق: جی ہاں! اگر ایک آدمی آجائے دکانوں سے چندہ وصول کرنے کے لئے یا نوٹس جاری کردے۔ ہو وہ جھوٹا تو وہ عوام کیا کرتی ہے۔ اس کو پکڑ کے مارتی وارتی نہیں۔ اس کو ڈی سی یا اے سی کے حوالے کردیتی ہے کہ یہ بندہ ہے اور کہہ رہا ہے کہ مجھے ڈی سی یا اے سی نے بھیجا ہے۔

مولانا: فاروق بھائی! یہ پہلے زمانے کی باتیں ہیں۔ اب تو لوگ قبروں کے نام پر، بہشتی مقبرہ کے نام پر چندے کا دھندہ کررہے ہیں۔ چندہ وصول کرتے ہیں۔ اسے ڈی سی یا اے سی کے پاس نہیں لے جاتے۔ بلکہ لوگ اسے مسیح موعود مان لیتے ہیں۔

فاروق: اچھا اب دیکھنا ہے کہ ایک اتنا جھوٹ بول کر چلا جارہا ہے۔ دنیا کو گمراہ کرتا چلا جارہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں نبی ہوں۔ مسیح موعود ہوں۔ مجدد ہوں۔ یہ کیا بات ہے؟۔ اور کہہ رہا ہے کہ خدا مجھے متواتر وحی کررہا ہے۔ دیکھیں خدا کا نام لے کر دنیا کو گمراہ کررہا ہے۔ خدا کی مخلوق کو گمراہ کررہا ہے اور خدا اس سے بے خبر ہے؟۔ وہ لگاتار ستر

اٹھتر سال کی زندگی پاتا ہے اور اس میں اپنے دعویٰ سے پھرتا نہیں۔ دنیا مخالفت کرتی ہے۔ اس پر اس کو قتل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس پر حملے کرنے کے دعوے کرتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں کہ تمہارے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہوسکتی۔ ایک وہ جو خدا کے نام پر جھوٹ بولتا چلا جارہا ہے۔ وہ ترقی کرتا جارہا ہے۔ وہ اس اپنے دعوے پر قائم ہے۔ ذرا پھرتا نہیں۔ اس کو خدا کیوں نہیں پکڑ رہا۔ کیا خدا کا اس کے متعلق کوئی حق نہیں کہ خدا اس کو پکڑے اور تباہ کرے۔

مولانا: جزاك الله! آپ کی اس بات سے میں یہ سمجھا کہ آپ کو غلام احمد کے متعلق بھی ابھی شرح صدر نہیں تو ٹھیک ہے۔ کوئی حرج نہیں بھائی۔

فاروق: میں کہتا ہوں کہ میں سیٹ سفائی ہوں۔ میرا دل صاف ہے۔

مولانا: بابو!...... میاں! مرزا غلام احمد قادیانی کو بعد میں لیتے ہیں۔ اس سے پہلے شیطان کو لے لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی سے کہیں زیادہ اس کا جھوٹ وفریب چل رہا ہے۔

فاروق: اصل بات یہ ہے کہ آپ مرزا قادیانی کی خبر لیں۔

مولانا: اچھا ایک سیکنڈ۔ میرے خیال میں میری بات پوری ہونے دیں۔ چلو شیطان کے ساتھ آپ اتفاق نہیں کرتے۔ اس کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے جو مدعی نبوت آئے ہیں ان کو لے لیتے ہیں۔ فرعون کو لے لیتے ہیں۔ یہ مرزا قادیانی تو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔

یہاں برصغیر میں صالح بن طریف ایک آدمی گزرا ہے۔ تین سو سال تک وہ خود اور اس کی پشت در پشت اولاد نے ایران کے اندر حکومت کی ہے۔ اس نے بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور پھر خدائی کا دعویٰ کیا۔ میری درخواست سمجھ رہے ہیں۔ باقی آپ کہتے ہیں کہ غلام احمد قادیانی کو اللہ رب العزت نے نہیں پکڑا تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کیس کو لے لیں۔ یہ ایسا پکڑا گیا کہ ابھی آپ کے سامنے اس کا کیس آجائے گا۔ پہلے آپ ایک بنیادی بات سمجھیں۔

دیکھئے! اللہ میاں اگر چاہتے تو دنیا میں کفر پیدا ہی نہ ہوتا۔ آپ اور میں ایک معیار مقرر کریں اور پھر کہیں کہ اس معیار کے مطابق خدا نے نہیں کیا۔ پھر خدا آپ کا اور میرا پابند ہوا۔ اپنی مرضی کا مالک ومختار نہ ہوا کہ اللہ میاں یوں کردے۔ یا اللہ! یہ سو سال ہوگیا ہے ہم قادیان کے ساتھ لڑ رہے ہیں ابھی تک قادیانی مسلمان نہیں ہورہے تو پھر خدا پر شک کرنا شروع کردیں۔ اس کا آپ کو اور مجھے حق حاصل نہیں۔ سمجھے بھائی!

چلو اور آگے۔ اس کو لیتے ہیں...... بہاء اللہ مرزا قادیانی سے پہلے کا تھا۔ اس کا بھی مسیح موعود ہونے کا اور نبی ہونے کا دعویٰ تھا۔ بہاء اللہ کے ماننے والے اب بھی ایران اور پاکستان کے علاقہ مکران کے اندر موجود ہیں۔ وہ

ترقی کرتے چلے جارہے ہیں۔ ترقی کی بنیاد پر اگر کسی جماعت میں شامل ہونا ہے تو پھر شیطانی جماعت مستحق ہے۔ فرعونی جماعت مستحق ہے۔ صالح بن طریف کی جماعت مستحق ہے۔ بہاء اللہ یا ان کی جماعت جو اس سے پہلے تھے۔

چلو اب میں عرض کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر آ جائیں۔ اللہ میاں دنیا میں کسی کو پکڑ کر اور اسے کان سے اٹھا کر کہے کہ لوگو! یہ جھوٹا ہے۔ کسی کے سچا اور جھوٹا ہونے کے لئے اللہ رب العزت فیصلہ فرمادیتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے نظر چاہئے:

ا...... مثلاً: مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ اگر عبداللہ آتھم فلاں تاریخ کو نہ مرے تو میرا منہ کالا کیا جائے اور دنیا میں سب بدتروں سے بدتر ٹھہروں۔ (جنگ مقدس ص۲۱۰،۲۱۱، خزائن ج۶ ص۲۹۲،۲۹۳)

اللہ میاں نے اس تاریخ تک عبداللہ آتھم کو نہیں مارا۔ مرزا قادیانی بدتر سے بدتر اپنی زبان سے ٹھہرا۔

۲...... مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ اگر محمدی بیگم کے ساتھ میرا نکاح نہ ہوا تو میں جھوٹا۔ یہ میرے سچے اور جھوٹا ہونے کا معیار ہے۔ (انجام آتھم ص۲۲۳، خزائن ج۱۱ ص۲۲۳)

محمدی بیگم کے ساتھ نکاح نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ مرزا قادیانی جھوٹا ہے۔

آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ مرزا قادیانی خود معیار مقرر کرتا چلا گیا اور میرا رب اس کو جھوٹا کرتا گیا۔ اس سے آگے یعنی کان سے پکڑ کر تو اللہ تعالیٰ نے لٹکانا نہیں تھا کہ دیکھو لو کہ یہ جھوٹا ہے۔

چلیں ایک اور معیار ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ اگر تثلیث کے بت کو نہ توڑ دوں۔ یعنی میں جس امر کے لئے مبعوث ہوا ہوں جب تک اس کام کو مکمل نہ کرلوں اور میں اس دنیا سے مرجاؤں تو ساری دنیا گواہ رہے اس بات کی کہ میں جھوٹا ہوں۔ (اخبار بدر قادیان ج۲ نمبر۲۹ ص۴/۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء)

مرزا قادیانی مرگیا۔ تثلیث اسی طرح قائم ہے یہ تو آپ کے اور میرے سمجھنے کی بات ہے۔ ٹھیک ہے ناجی؟ آگے چلتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی مثال اس شاطر کی طرح تھی کہ میرے خیال میں دنیا کے اندر گرگٹ بھی اتنی تیزی کے ساتھ اپنے رنگ نہیں بدلتی جتنا مرزا قادیانی بدلتا تھا۔

فاروق: معاف کرنا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جو آپ سوال کا جواب دیتے ہیں تو اس پر مجھے کچھ کہنا ہے۔ تاکہ دوستوں کو پتہ چلے۔ جی ہاں!

مولانا: ضرور۔ بات ضرور کریں لیکن آپ کا کہنا کہ دوستوں کو پتہ چلے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مناظرہ کے موڈ میں ہیں۔ نہ کہ سمجھنے کے موڈ میں۔

فاروق: نہیں نہیں۔ تاکہ مجھے سمجھ آئے سوال کی۔

مولانا: آپ کے ان دوستوں پر بھی یہ حقیقت واضح ہو جانی چاہئے کہ اس وقت آپ کس پوزیشن میں

ہیں؟۔چلیں دوستوں نے آپ کی پوزیشن کلیئر کرنے کے لئے مجھے بلایا تو اس بات سے مسئلہ حل ہوا۔

فاروق: میرے ذہن میں جو سوالات ہیں کلیئر ہو جائیں۔مرزا قادیانی کہتا ہے کہ عبداللہ آتھم عیسائی تھا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔مرزا قادیانی کہتا ہے کہ اس نے میرے نبی کی شان میں گستاخیاں کیں اور میں نے اسے کہا کہ تو باز آ جا۔اگر تو باز نہ آیا تو مجھے خدا نے چھ سال کا وقت دیا ہے۔تقریباً چھ سال کا کہ چھ سال کے اندر اندر تیری ہلاکت واقع ہو جائے گی۔اگر اس سے تائب نہیں ہوتا۔عبداللہ آتھم جو تھا اس سے خاموش ہو گیا۔گالیاں دینے سے رک گیا۔مرزا قادیانی نے جو معیاد مقرر کی تھی اس معیاد تک وہ خاموش رہا تو خدا تعالیٰ نے اس کو موت سے بچالیا۔

مولانا: شاباش!یہ سمجھنے کی کوشش کریں تا تب فائدہ ہو گا آپ کو۔

فاروق: جی ہاں!

مولانا: مرزا غلام احمد قادیانی نے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء اس کے لئے موت مقرر کی۔پندرہ مہینے کی۔پندرہ مہینوں میں وہ نہیں مرا تو مرزا قادیانی نے کہا کہ آتھم ڈر گیا ہے۔

فاروق: جی ہاں!

مولانا: اس نے کہا کہ یہ ڈر گیا ہے۔میرے عزیز!میں آپ سے درخواست کرتا ہوں یہ ڈر گیا ہے مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ بات پہلے سے کہہ دینی چاہئے تھی کہ اب یہ نہیں مرے گا۔آخری دن کے گزرنے کے بعد' تاریخ ختم ہو جانے کے بعد یوں کہا؟۔اسی نقطہ کو اگر آپ لیں گے تو شاید آپ کا عقدہ حل ہو جائے گا۔پانچ ستمبر کی جو تاریخ مقرر ہو گئی کہ ستمبر کی فلاں تاریخ کو مرے گا۔اس دن قادیان کے اندر چنے پڑھے گئے۔آیات کے وظیفے کئے گئے کہ یہ آدمی مر جائے اور وہ چنے اور وظیفے پڑھ کر قادیان کے کنویں کے اندر ڈالنے کے لئے مرزا قادیانی نے مرید کو بھیجا۔مرزا محمود کہہ رہا ہے کہ اس دن قادیان میں ماتم ہو رہا تھا کہ یا اللہ آتھم مر جائے۔یا اللہ آتھم مر جائے۔دس محرم الحرام شیعہ اتنا ماتم نہیں کرتے جتنا ہم نے قادیان میں اس دن کیا۔

(خطبہ مرزا محمود الفضل قادیان ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء سیرت المہدی ج ۱ ص ۱۷۸ طبع دوم)

میری درخواست سمجھے ہیں۔عبداللہ آتھم نہ مرا۔اب اس نے کہا کہ عبداللہ آتھم نہیں مرا تو میں نے اس کے متعلق یہ کہہ دیا تھا کہ بھائی یہ جو ہے رجوع بحق کرے تو اس نے رجوع بحق کر لیا ہو گیا۔وہ خدا بھی کیا خدا ہے۔مرزا قادیانی کو اس دن نہیں بتایا گیا کہ وہ ڈر گیا ہے۔بلکہ اس تاریخ کو عیسائیوں نے جلوس نکالنے ہیں۔مرزا قادیانی کا پتلا تیار کیا۔اس کا منہ کالا کیا۔اس کے جوتیوں کے ہار ڈالے جو مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ میرا منہ کالا کیا جائے۔انہوں نے وہ کیا۔مرزا قادیانی کو اب بچنے کا راستہ کوئی نہ تھا۔کہتا ہے یہ اندر سے ڈر گیا ہے۔یہ اندر سے ڈر گیا ہے؟۔

میں اب آپ سے استدعا کرتا ہوں۔ اگر واقعتاً مرزا غلام احمد قادیانی سچا تھا تو اس نے تاریخ سے پہلے اسے اعلان کر دینا چاہئے تھا کہ یہ نہیں مرے گا۔ یا مرنے کے بعد یہ تاویل کرنی چاہئے تھے؟۔ آپ فیصلہ کریں۔

فاروق: آپ دیکھیں جب پیش گوئی کر دی اور وہ اتنی دیر تک جب اس نے رجوع اللہ کی طرف کیا اور حضورﷺ کو گالیاں نہیں دیں۔ خاموش رہا۔ تو وہ بچایا گیا۔ بچایا گیا۔ اس کے بعد پھر اس نے کہا کہ میں نے یہ بات نہیں کی۔ اسی طرح گالیاں نکالتا ہوں محمدﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہوں۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ اب تم صرف لکھ کر دے دو۔ تم صرف اپنی زبان سے منہ کھولو گے میں گالیاں اسی طرح دیتا ہوں۔ تو یہ نہیں کی۔ صرف اتنا لکھ کے دے دو۔ تو اب تمہارا جو حشر ہوگا وہ خدا جانے۔ اب وہ اس بات سے ڈر گیا۔ اس نے جواب نہیں دیا اور مرزا قادیانی نے کہا کہ اب یہ موت واقعہ ہوگی اور مر گیا پھر وہ مرا۔ پھر......!

مولانا: ایک سیکنڈ۔ آپ نے بہت اچھی وہ (وضاحت) دی۔ لیکن آپ یا میری گفتگو کو نہیں سمجھ رہے یا سمجھنے کے موڈ میں نہیں۔ اگر آپ بحث کرنے کے موڈ میں سارا دن بیٹھے رہیں۔ زندگی میں کبھی آپ مسئلہ نہیں سمجھ پائیں گے۔ سمجھنے کی کوشش کریں۔ جو میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ مرزا قادیانی آخری وقت تک انتظار میں بیٹھا رہا۔ مرے گا۔ مرے گا۔ جب تاریخ گزر گئی اس دن مغرب کی نماز تک اطلاع آتی رہی۔ پیغام آتے رہے کہ بھئی اس کا کیا ہوا ہے۔ آخر وقت تک اسے یقین تھا کہ یہ مرے گا۔ اس کے بعد جب نہیں مرا تو یہ جواب تیار کیا گیا کہ یہ ڈر گیا ہے۔ آتھم نے کہا میں کیسے ڈر گیا ہوں۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ اگر نہیں ڈر گیا تو قسم اٹھا۔ آتھم نے کہا کہ عیسائیوں کے مذہب میں قسم اٹھانا ممنوع ہے۔ مرزا قادیانی کو کہا بہت اچھا۔ تمہارے مذہب کے اندر خنزیر کھانا ممنوع ہے اور ہمارے مذہب کے اندر قسم کھانا ممنوع ہے۔ میں (آتھم) کہتا ہوں کہ تو (مرزا) اندر سے ڈر گیا ہے۔ ورنہ تو خنزیر کھا۔ غلام احمد کو آتھم نے کہا کہ اگر تو نہیں ڈرا۔ اگر خنزیر نہیں کھاتا تو اس کا معنی ہے تو ڈر گیا۔ یہ اس زمانے کی نچ نچ اور چخ چخ ہے۔ غلام احمد قادیانی کی اور عبداللہ آتھم کی۔

میں درخواست کرتا ہوں۔ آپ دیکھیں۔ رب کریم اور اس کے نبیﷺ کے حالات ایسے ہوتے ہیں؟۔ نبی کا معجزہ تو یہ ہے کہ جنگ بدر سے پہلے رحمت عالمﷺ نے کہا کہ فلاں یہاں یہاں مرے گا۔ شام مرے گا۔ صبح مرے گا۔ یہاں پر عتبہ مرے گا۔ یہاں پر امیہ مرے گا۔ اگلے دن جنگ ہوئی۔ جہاں جس کے متعلق نبوت نے کہا تھا وہ وہیں مرا ہوا تھا۔ یہ بھی نہیں کہ چلو اس جنگ میں نہیں مرا۔ مر تو گیا۔

مر تو مرزا غلام احمد قادیانی بھی گیا۔ مرنا تو آپ نے بھی ہے۔ مرنا تو میں نے بھی ہے۔ چھ سال کے بعد پیشین گوئی پندرہ مہینے کے بعد یوں جا کر پوری ہوئی؟۔ پندرہ ماہ کی چھ سال میں اور آپ بھی سوچیں کہ اس کی بات سچی ثابت ہوگئی؟۔ سچی ثابت ہوگئی؟۔ پھر آپ سمجھ نہیں پائیں گے۔

آپ دیکھیں کہ اللہ میاں کا نبی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ کہہ دے تو اللہ میاں پوری کر دیتے ہیں۔

جیسے کسی کی موت کی۔ نبوت کی یہ شان نہیں کہ اس طرح کہے فلاں مرجائے گا۔ فلاں مرجائے گا۔ کسی کے مرنے جینے کے اوپر اپنی صداقت کے دلائل رکھے۔ سب سے پہلے نبی اپنی ذات کو پیش کرتا ہے کہ ھل وجدتمونی صادقاً او کاذباً! نبوت کسی کے مزاج کا بھی استہزاء نہیں کرتی۔ فلاں مرگیا۔ فلاں مرگیا۔ یہ نبوت کی شان کے خلاف ہے۔ غلام احمد قادیانی کا اس طرح کی بھڑکیں لگانا شیطان اس کو سبق پڑھاتا تھا۔ وہ اسے الہام سمجھتا تھا۔ یہی اسی عبداللہ آتھم کو دیکھ لیں۔ یہ ساری باتیں کہ رجوع کرے۔ گالیاں نکالے۔ فلاں کرے۔

پھر رجوع بحق اس کو کہتے ہیں کہ وہ عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرلے۔ تثلیث کا بھی وہ قائل ہے۔ الوہیت مسیح کا بھی قائل ہے۔ اب اس کو اکسا کر میں یہ کہوں کہ اگر تو ڈرا نہیں تو حضور ﷺ کو گالیاں نکال۔ (نعوذ باللہ) میرے خیال میں کسی کے ایمان کو پرکھنے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ مرزا قادیانی ایک عیسائی کو برانگیخت کرتا ہے کہ یا تو جھوٹا ہے۔ اگر جھوٹا نہیں تو حضور ﷺ کو گالیاں نکال کر دکھا؟۔ میں آپ سے یہ بات کہوں کہ آپ اپنے والد صاحب کو گالی نکال کر دکھائیں۔ اس وقت آپ کے دل ودماغ کی کیفیت کیا ہوگی؟۔ ساری کائنات کے رشتے رحمت عالم ﷺ کے نعلین مبارک پر قربان۔ آپ اسی نقطہ نظر سے دیکھیں کہ گویا ایک عیسائی کا بازو پکڑ کر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ اگر تم سچے ہو۔ تم نے توبہ نہیں کی تو حضور ﷺ کو گالی نکال کر دکھاؤ۔ یہ آدمی جو عیسائیوں کو اکساتا ہے کہ حضور ﷺ کو گالی نکال کر دیکھو۔ اس کی اپنی ذہنیت کیا تھی؟۔

کہا تھا پانچ ستمبر کو مرے گا۔ نہیں مرا۔ وجہ کچھ ہو۔ مرزا قادیانی کی بات تو پوری نہ ہوئی۔ اس نے کہا تھا کہ اگر نہیں مرے گا تو میں ذلیل ہو جاؤں گا۔ پھر اس کے بعد دو سال کی شرط۔ پھر چار سال کی۔ پھر چھ سال کی۔ میرے عزیز یہ اس طرح کے کام انگل پچو کے مداری کیا کرتے ہیں۔ اللہ کے نبی نہیں کیا کرتے۔ اس کو اور آگے لے کر چلتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے مثال کے طور پر کہا کہ اگر خدا نے قرآن میں میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا۔

(تحفۃ الندوہ ص۵، خزائن ج۱۹ ص۹۸)

پورے قرآن میں کہیں آج تک تیرہ سو سال میں امت نے کہا کہ غلام احمد قادیانی کا نام قرآن میں ہے؟۔

مرزا قادیانی نے کہا کہ کشفاً مجھے بتایا گیا کہ قرآن میں قادیان کا نام ہے۔ (ازالہ اوہام حاشیہ ص۷۷، خزائن ج۳ ص۱۴۰)

اب یا تو قرآن میں قادیان کا نام ہونا چاہئے یا غلام احمد قادیانی کا کشف جھوٹا ہونا چاہئے۔ دونوں باتیں سچی ثابت نہیں ہوسکتیں۔

ان عنوانات پر ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ غور کریں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ گفتگو نہ کریں۔ میں آپ کے اوپر گفتگو کا قدغن نہیں لگا رہا۔ میرے بس میں نہیں۔ آپ مجھ سے ویسے بھی دور بیٹھے ہیں۔ میں آپ کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ ان چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ کے دل کے اندر مرزا قادیانی کے متعلق نرم گوشہ ہے یا یہ چیزیں موجود ہیں کہ اس نے یہ کہا یہ کہا۔ پھر آپ اپنے دوستوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ آپ نے پھر اسلام قبول نہیں کیا۔ (جاری ہے!)

مرزا قادیانی کی متضاد باتیں!

حاجی اشتیاق احمد

اپنی ایک کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا کہ: ''میں نے حقیقی نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ میں مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اس قسم کے الفاظ سے ناراض ہوں تو وہ ان الفاظ کی بجائے مجھے صرف محدث سمجھ لیں۔ میرا مطلب ان الفاظ سے محدث ہونے کا تھا۔''

مرزا قادیانی نے اس تحریر میں صاف اقرار کیا ہے کہ اس نے حقیقی نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ اس نے جو دعویٰ کیا ہے یا جو اعلانات کئے ہیں۔ یعنی مسیح موعود وغیرہ کے۔ میں ان سب سے پیچھے ہٹتا ہوں اور آپ لوگ مجھے محدث سمجھ لیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بنتا ہے کہ میں محدث ہوں تو نہیں۔ لیکن آپ سمجھ لیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

لیکن دوسری طرف وہ ایک غلطی کا ازالہ نامی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

☆...... ''مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں۔ یعنی میں نبی بھی ہوں اور رسول بھی۔''

اب اس کا ایک اور اعلان سنئے۔ اس نے اپنی کتاب میں واضح طور پر لکھا ہے کہ:

☆...... ''جس جس جگہ میں نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آیا۔ نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ اب اس امت میں شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا۔''

لیکن پھر اپنی ایک اور کتاب میں خود ہی لکھتا ہے کہ:

☆...... ''یہ بھی تو سمجھو شریعت کیا چیز ہے؟۔ شریعت کی تعریف یہ ہے کہ جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند احکام بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ اس تعریف کی رو سے میں بھی شریعت والا نبی ہوں۔ کیونکہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔''

ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے لکھا کہ میں نبی تو ہوں۔ میں نے اس سے انکار نہیں کیا۔ البتہ اس بات سے انکار کیا ہے کہ میں کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آیا۔ مطلب یہ کہ میں بغیر شریعت والا نبی ہوں۔ پھر لکھا کہ میں باشریعت نبی ہوں۔ یہ ہے مرزا قادیانی کی تصویر۔ مرزا قادیانی کی اس تصویر کے ایک یا دو رخ نہیں۔ ہزاروں رخ ہیں اور مرزائی ان ہزاروں رخوں کو بھی درست سمجھتے ہیں۔

مرزا قادیانی کے بعد مرزائیت کی تائید میں کتابیں لکھنے والے بھی برملا یہی کہتے ہیں۔ چنانچہ جناب ٹمر (سابقہ ربوہ) سے شائع ہونے والی کتاب ''جماعت احمدیہ کا مسلک'' میں کئی جگہ یہ لکھا ہے کہ اب نئی شریعت والا کوئی نبی نہیں آئے

گا۔اس کتاب میں یہ بات مرزا قادیانی کی کتاب ''تجلیات الٰہیہ'' صفحہ نمبر 24 کے حوالے سے لکھی ہے۔الفاظ یہ ہیں کہ:

☆...... ''یہ شرف مجھے صرف نبی کریم ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا ہے۔اگر میں آں حضرت ﷺ کی امت سے نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو بھی میں کبھی مکالمے اور مخاطب ہونے کا یہ شرف نہ پاتا۔کیونکہ اب سوائے محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔شریعت والا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔پس اس بناء پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔''

اس تحریر میں بھی یہی وضاحت ہے کہ شریعت والا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔بلکہ بغیر شریعت نبی آ سکتا ہے۔لیکن اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ:

☆...... ''میری شریعت میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔اس طرح میں باشریعت نبی ہوا۔''

ہم مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ ان میں سے وہ کون سی بات کو درست اور کون سی بات کو غلط مانتے ہیں؟۔

ہمیں یقین ہے کہ اس سوال کے جواب میں مرزائی مرزا قادیانی کے انداز میں کہیں گے کہ مرزا قادیانی کی دونوں باتیں درست ہیں۔ان کے اس جواب سے اندازہ لگانا بہت زیادہ آسان ہو جاتا ہے کہ مرزائی کیا ہیں۔مرزا قادیانی اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ:

☆...... ''اگر کوئی مجھے نبی نہیں مانتا تو وہ کافر نہیں ہو سکتا۔یعنی میں نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس دعوے کو کوئی شخص مانتا ہے مان لے اور نہ ماننے سے وہ کافر نہیں ہو جائے گا۔وہ مسلمان کا مسلمان ہی رہے گا۔''

آپ ان الفاظ کو ذرا غور سے پڑھ لیں۔بلکہ بہتر ہوگا کہ دوبارہ غور سے پڑھ لیں۔اب ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی اپنی ایک اور کتاب میں لکھتا ہے کہ:

☆...... ''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔''

مرزا قادیانی ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ:

☆...... ''جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔'' ایک اور کتاب میں لکھتا ہے کہ:

☆...... ''جو شخص میری پیروی نہیں کرے گا اور بیعت میں داخل نہیں ہوگا۔وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔'' ایک اور کتاب میں مرزا قادیانی نے صاف طور پر لکھا ہے کہ:

☆...... ''جو مجھے اور میری کتابوں کو نہیں مانتا۔وہ بدکار عورتوں کی اولاد ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص547)

یہاں مرزا قادیانی نے اپنی زبان کی پاکیزگی دکھائی ہے۔تمام مسلمانوں کی ماؤں کو بدکار لکھا ہے۔ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ:

☆...... ''دشمن ہمارے (یعنی جو مرزا قادیانی کو نہیں مانتے) بیابانوں کے خنزیر اور عورتیں ان کی کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔'' (نجم الہدیٰ ص10 خزائن ج14 ص53)

اس تحریر میں مرزا قادیانی تمام مسلمانوں کو بیابانوں کے سور اور ان کی عورتوں کو کتیاں لکھ گیا اور بتا گیا کہ وہ دراصل کیا تھا۔ مخالفین کو گالیاں دینا مرزا قادیانی کا شیوہ تھا۔ جب تک مخالفوں کو گالیاں نہ دے لیتا اس کو کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔ ایک اور کتاب میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:

☆...... ''اور جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا (یعنی جو اسے نہیں مانے گا) صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں ہے۔'' (انوار الاسلام ص30)

مطلب یہ کہ مرزا قادیانی بار بار گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا تھا۔ دیکھا جائے تو بے چارہ گرگٹ بھی مرزا قادیانی سے شرماتا ہوگا۔ کیونکہ مرزا قادیانی اسے بہت پیچھے چھوڑ گیا۔ کہیں لکھا کہ:

☆...... ''جو مجھے نبی نہیں مانتا وہ پکا کافر ہے۔'' کبھی لکھا کہ:...... ''جو مجھے نہیں مانتا وہ کافر نہیں۔''

نہ ماننے والوں کو کھری کھری گالیاں سنانا بھی مرزا قادیانی کا شوق تھا۔ اس نے اپنی ہر کتاب میں مسلمانوں کو گالیاں ہی دیں۔ ہم ذکر کر رہے تھے اس کے دعووں کا۔ اس دعویٰ اور ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

☆...... ''چونکہ ہمارے سید رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔''

مطلب یہ کہ نبی تو آئیں گے نہیں۔ محدث آئیں گے۔ لیکن پھر اس نے ایک اور کتاب میں لکھا کہ:

☆...... ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔''

یہ تھا مرزا قادیانی کا طریقہ واردات۔ اس طریقے سے اس نے بھولے بھالے مسلمانوں کو ورغلایا۔ ہمیشہ دورخی باتیں کہیں۔ دورخے دعوے کئے کہ ایک درست ثابت نہ ہوا تو کہہ دیا کہ میں نے یہ لکھا تھا۔ میں نے وہ لکھا تھا۔ چنانچہ جب مرزا قادیانی پر اعتراضات ہوتے تھے تو وہ جواب میں کہتا تھا میری فلاں تحریر دیکھو۔ کیا اس میں میں نے یہ نہیں لکھا۔ میری فلاں تحریر دیکھو۔ کیا اس میں میں نے وہ نہیں لکھا۔ وہ لوگوں کو بھول بھلیوں میں ڈالتا رہا۔ آج بھی مرزائی انہی بھول بھلیوں میں گم ہیں۔ سیدھے راستے سے بھٹک کر صحرا کی خاک چھان رہے ہیں۔ ہم انہیں اس لق ودق صحرا سے اسلام کے مرغزاروں میں واپس لانے کی تڑپ رکھتے ہیں۔ اس امید کے ساتھ کہ شاید کوئی بھولا بھٹکا مرزائی تعصب کو ایک طرف رکھ کر ان باتوں کو پڑھ لے اور ایمان کی طرف آجائے۔

اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنے بارے میں کیا کچھ لکھا۔ یہ جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں مرزا قادیانی کی اپنی کتابوں میں موجود ہے۔ کوئی مرزائی ان تحریروں کو جھٹلانے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ یہ ان کے اپنے مرزا قادیانی کی تحریریں ہیں اور اس کی اپنی کتابوں سے لی گئی ہیں۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

☆...... ''میں خدا کی طرف سے مامور ہوا ہوں۔''

☆...... ''وہ مسیح موعود جو آخری زمانے کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔''

☆...... ''اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے محدث بن کر آیا ہے۔''

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ محدث تو لاکھوں حدیث کا حافظ ہوتا ہے۔ جو دوسروں کو بھی حدیث کا درس دیتا ہے۔ مرزائی ذرا بتادیں کہ مرزا قادیانی نے بطور محدث کیا خدمات انجام دیں؟۔ آگے مرزا قادیانی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

☆ ...... ''میں لوگوں کے لئے تجھے امام بناؤں گا۔ تو ان کا رہبر ہوگا۔''

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا سے یہ بات کی۔ مرزائیوں سے ہمارا سول ہے کہ کیا مرزا قادیانی امام بن سکا؟۔ کیا مرزا قادیانی امت کا رہبر بن سکا؟۔ اور ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا قادیانی نے مزید لکھا کہ:

☆ ...... ''میں وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا اور اس کو سلام کہا اور اس کو اپنا دوسرا بازو ٹھہرایا اور خاتم الخلفاء قرار دیا۔''

مرزائی یہاں مرزا قادیانی کی چال بازی پر توجہ دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں پیش گوئی فرمائی تھی۔ نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی بن غلام مرتضیٰ و گھسیٹی کے بارے میں۔ خود مرزا قادیانی اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھ چکا ہے کہ:

☆ ...... ''میں نے ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔''

بقیہ: تبصرہ کتب

(نمبر آٹھ سے نمبر بارہ تک کے رسائل کے مرتب جناب حافظ محمد اسحق ملتانی ہیں۔) (۱۳)...... نافرمان اولاد کا انجام۔ از حضرت مفتی راشد بلند شہری۔ (۱۴)...... طلاق مثبت اور منفی پہلو از حضرت مفتی محمد ابراہیم۔ (۱۵)...... دین اسلام کیا ہے۔ از افادات الحاج طفیل قیوم' حضرت لدھیانوی شہیدؒ و حضرت حضرت مولانا محمد تقی عثمانی۔ (۱۶)...... اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھیے۔ از حضرت مولانا عبدالعزیز۔ (۱۷)...... کھانے کے اسلامی آداب از حضرت مولانا تقی عثمانی۔ (۱۸)...... اللہ سے شرم کیجئے۔ از حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی۔ (۱۹)...... دنیا میں جنت بذریعہ خدمت والدین۔ از جناب حاجی طفیل قیوم۔ (۲۰)...... نکاح خطبہ نکاح کی تشریح۔ حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی۔ (۲۱)...... عورت مظلوم ہے۔ حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری۔ (۲۲)...... حج فرض میں جلدی کیجئے۔ از حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی۔

اس وقت یہ مختلف بائیس دینی رسائل زیر نظر ہیں۔ جو ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے شائع کئے ہیں۔ تمام رسائل بتیس بتیس صفحات پر مشتمل ہیں۔ دیدہ زیب رنگین دلاویز ٹائٹل' کمپوزنگ کتابت' طباعت کاغذ عمدہ۔ سب کو تبلیغی نقطہ نظر سے شائع کیا۔ مفت تقسیم کرنے کے خواہش مند حضرات جناب حافظ محمد اسحق صاحب کو دلاویز مسکراہٹوں کے تبادلہ میں ملیں۔ بعد ازاں خریداری اور لوگوں میں تقسیم کر کے خلق خدا کو نفع پہنچائیں۔ یہی ان رسائل کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ

سہ ماہی اجلاس مبلغین

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین حضرات کا تعلیمی' تبلیغی و تنظیمی سہ ماہی اجلاس ۱۹'۲۰ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ کو ملتان میں منعقد ہوا۔ اس کی پانچ نشستیں ہوئیں۔ جن کی صدارت یادگار اسلاف حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے فرمائی۔ مختلف موضوعات پر مبلغین کے بیانات بھی ہوئے۔ اجلاس میں جن امور پر مشاورت ہوکر فیصلے ہوئے وہ یہ ہیں۔

پچھلے دنوں شہباز احمد نامی ایک شخص جو اپنے آپ کو ریاض احمد گوہر شاہی کا پیروکار کہلاتا ہے۔ اس نے امام مہدی ہونے کا اعلان کیا اور بیسیوں افراد کو گمراہ کر کے اپنا پیروکار بنالیا۔ شہباز اور اس کے پیروکاروں نے ایک مسافر بس کو سواریوں سمیت یرغمال بنالیا۔ فیصل آباد ضلع کی انتظامیہ نے بڑی حکمت عملی کے تحت اسے ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کرلیا۔ اسے اور اس کے پیروکاروں کو گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیا اور کئی دفعات پر مشتمل اس کے خلاف کیس رجسٹرڈ کیا ہے اور اس کا کیس مسلسل زیر سماعت ہے۔ حضرت مولانا غلام حسین مبلغ مجلس سرکاری اور غیر سرکاری وکلاء سے رابطہ میں ہیں۔ اگر کیس میں وکلاء مجلس کی ضرورت محسوس کریں تو مجلس بھرپور تعاون کرے گی۔

مدرسہ ختم نبوت چناب نگر

مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں شعبہ پرائمری چل رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل علی پوری پرائمری معلم کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اچھروال کے ماسٹر جناب محمد حیات' حضرت مولانا غلام مصطفیٰ اور ایک اور ٹیچر مل کر بچوں کا ٹیسٹ لیں اور یہ ٹیسٹ ہر ماہ ہوا کرے۔ تاکہ بچوں کو فکر لاحق ہو اور دل لگا کر پڑھیں۔

ہفت روزہ ختم نبوت اور ماہنامہ لولاک

ماہنامہ لولاک اور ہفت روزہ ختم نبوت کے وہ خریدار جن کی رقوم کی آمد متوقع ہو ان کے نام پرچہ جاری رہے اور ان سے رقوم وصول کر کے مرکز کو بھجوائیں اور جن سے وصولی ممکن نہ ہو ان کے نام پرچہ بند کر دیا جائے۔

ضلعی ختم نبوت کانفرنسیں

اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ رواں سہ ماہی میں کئی ایک اضلاع میں ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔ چنانچہ

تفصیلات درج ذیل ہیں۔ چھ مارچ ڈیرہ غازی خاں۔ دس مارچ اٹک۔ گیارہ مارچ گجرات۔ بارہ مارچ منڈی بہاؤالدین۔ تیرہ مارچ جہلم۔ چودہ مارچ خانیوال۔ سولہ مارچ جھنگ۔ اٹھارہ مارچ ٹوبہ۔ انیس مارچ ساہیوال۔ بیس مارچ اوکاڑہ۔ اکیس مارچ قصور۔ بائیس مارچ پاکپتن۔ تیئس مارچ بہاول نگر۔ چوبیس مارچ بہاول نگر۔ پچیس مارچ حاصل پور۔ چھبیس مارچ منڈی یزمان۔ انتیس مارچ وہاڑی۔ اکتیس مارچ رحیم یارخان۔ دواپریل تا چودہ اپریل اندرون سندھ۔ پندرہ تا اٹھارہ اپریل کراچی۔ اکیس اپریل چناب نگر۔ بائیس اپریل حافظ آباد۔ تیئس اور چوبیس اپریل گوجرانوالہ۔ پچیس اور چھبیس اپریل سیالکوٹ۔

مبلغین کے لئے سہ ماہی نصاب

مبلغین حضرات کی مضمون نگاری ومطالعہ کے لئے (آئندہ سہ ماہی) احتساب قادیانیت کی ساتویں جلد مطالعہ کے لئے تجویز کی گئی۔ جس میں کل دس رسائل ہیں۔ تین رسائل: محرم الحرام۔ تین رسائل: صفرالمظفر۔ جبکہ چار رسائل: ربیع الاول۔ تمام مبلغین اس کا مطالعہ کریں گے اور اس کی تلخیص کر کے دفتر مرکزیہ کو ارسال کریں گے۔

سہ سالہ تشکیل مجلس اور ممبر سازی

سہ سالہ ممبر سازی اور تشکیل جماعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دستور کے مطابق ہر تین سال کے بعد مجلس کی ممبر سازی اور تشکیل جماعات ضروری ہیں۔ چنانچہ نئے اسلامی سال ۱۴۲۷ھ میں مجلس کی رکنیت سازی کی جائے گی اور جہاں کم از کم پچیس ممبران ہوں وہاں جماعت کی تشکیل کی جائے گی۔ مندرجہ ذیل حضرات کو مختلف اضلاع اور ڈویژن کا ناظم انتخاب بنایا گیا۔ جو مرکز سے فیس رکنیت کی کاپیاں منگوا کر ممبر سازی کریں گے اور تشکیل جماعات کی نگرانی کریں گے۔ تمام جماعتی رفقاء سے درخواست کی گئی کہ اپنے علاقائی نظماء سے رابطہ کر کے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو ختم نبوت کا ممبر بنائیں اور جہاں کم از کم پچیس افراد ممبر بن جائیں وہاں جماعتوں کی تشکیل کرائیں اور اپنے علاقائی نظماء انتخابات سے رابطہ رکھیں۔ ان سے ممبر سازی کی کاپیاں اور تشکیل جماعات کے لئے مطبوعہ فارم طلب فرمائیں۔ تفصیلات درج ذیل ہیں۔

کراچی: حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری مدظلہ کی سرپرستی میں جناب رنا محمد انور اور حضرت مولانا قاضی احسان احمد مسئول ہوں گے۔ حیدرآباد ڈویژن: حضرت مولانا محمد نذر عثمانی۔ میرپورخاص' بدین' ٹھٹھہ وغیرہ: حضرت مولانا محمد علی صدیقی۔ تھرپارکر: حضرت مولانا خان محمد جمالی۔ سانگھڑ: حضرت علامہ احمد میاں حمادی مدظلہ کی سرپرستی میں حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن' حضرت مولانا راشد مدنی مسئول ہوں گے۔ خیرپور میرس' لاڑکانہ: حضرت مولانا فیاض مدنی: گمبٹ: جناب شیخ عبدالسمیع۔ سکھر ڈویژن: حضرت مولانا محمد حسین ناصر۔ رحیم یارخان: حضرت مولانا راشد مدنی۔ بہاول پور: حضرت مولانا محمد اسحٰق ساقی۔ بہاول نگر: حضرت مولانا محمد قاسم رحمانی۔ ساہیوال' پاکپتن' چیچہ

دطنی: حضرت مولانا عبدالحکیم نعمانی۔ وہاڑی‘ خانیوال: حضرت مولانا عبدالستار گورمانی۔ ملتان: حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ۔ مظفرگڑھ: حضرت مولانا عبدالرشید سیال۔ ڈیرہ غازی خان‘ راجن پور: جناب قاری محمد یوسف نقشبندی۔ لیہ‘ بھکر‘ میانوالی‘ ڈیرہ اسماعیل خان: حضرت مولانا عبدالستار حیدری۔ اوکاڑہ قصور: حضرت مولانا عبدالرزاق مجاہد۔ لاہور: حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی۔ گوجرانولہ‘ حافظ آباد: جناب حافظ محمد ثاقب اور حضرت مولانا ذوالفقار طارق۔ سیالکوٹ‘ نارووال: حضرت مولانا فقیر اللہ اختر۔ جہلم‘ گجرات‘ منڈی بہاؤالدین‘ اسلام آباد: حضرت مولانا محمد طیب فاروقی۔ راولپنڈی ڈویژن: حضرت مولانا مفتی محمود الحسن۔ آزاد کشمیر: حضرت مولانا مفتی خالد میر۔ پشاور ڈویژن: حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی اور حضرت مولانا نور الحق نور۔ ہزارہ ڈویژن: حضرت مولانا محمد طیب‘ جناب ساجد اعوان اور جناب عبدالرؤف روفی۔ بلوچستان‘ کوئٹہ: حضرت مولانا عبدالواحد اور حضرت مولانا نثار احمد۔

مبلغین حضرات کا اجلاس دوروزہ کر حضرت مولانا حافظ محمد ثاقب کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

اظہار تعزیت

عالمی مجلس تحفظ کوئٹہ کے امیر حضرت مولانا عبدالواحد‘ حضرت مولانا قاری انوار الحق‘ حضرت مولانا قاری عبداللہ منیر‘ حضرت مولانا قاری عبدالرحیم‘ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع‘ جناب حاجی تاج محمد فیروز‘ جناب حاجی خلیل الرحمٰن‘ جناب حاجی نعمت اللہ خاں‘ جناب حاجی سراج دین‘ جناب حاجی زاہد رفیق‘ جناب عارف محمود‘ جناب حاجی افتخار بابر‘ جناب حاجی گل محمد‘ جناب حافظ خادم حسین گجر نے جامعہ مسجد طوبیٰ کے خطیب جناب قاری محمد حنیف کی والدہ محترمہ جناب حضرت مولانا عبدالرزاق کے والد محترم کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ رب العزت مرحومین کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

گوجرخان حلقہ خلفائے راشدین کے انتخابات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرخان کے زیراہتمام حلقہ خلفائے راشدین میں حضرت مولانا مفتی امداداللہ کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل عہدیداروں کا چناؤ کیا گیا۔

امیر: حضرت مولانا عبدالمتین صاحب۔ صدر: حضرت مولانا مفتی امداداللہ صاحب۔ نائب صدر: جناب محمد اقبال صاحب۔ سیکرٹری: جناب ذوالفقار الٰہی صاحب۔ نائب سیکرٹری: حضرت مولانا سعیداللہ قاسم صاحب۔ ناظم مالیات: جناب ڈاکٹر محمد افضل صاحب۔ پریس سیکرٹری: جناب محمد عدیل صاحب۔ جبکہ جناب خالد مبین صاحب کو مجلس گوجرخان کی مرکزی باڈی میں شامل کیا گیا۔

مسافران آخرت

ادارہ!

- قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی بڑی صاحبزادی انتقال فرماگئیں۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے چچا جناب حاجی نبی بخش انتقال فرماگئے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول نگر کے مبلغ حضرت مولانا محمد قاسم رحمانی کے ماموں اور سسر جناب حاجی ماسٹر محمد حسن انتقال فرماگئے۔
- رحیم یار خان کے جناب قاری محمد اکمل ہاشمی صاحب کی خوشدامن اور جناب سید توصیف شاہ صاحب کی والدہ محترمہ انتقال فرماگئیں۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خانیوال کے ناظم حضرت مولانا عطاء المنعم کے والد محترم انتقال فرماگئے۔
- سندھ مجلس کے امیر حضرت علامہ احمد میاں حمادی کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد میاں حمادی انتقال فرماگئے۔
- مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا مظفر احمد ارکانی، شیخ الحدیث جامعہ ریاض العلوم برما، خلیفہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ گزشتہ ماہ انتقال فرماگئے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نامور وکیل پنجاب بارکونسل کے ممبر اور ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن گوجرانوالہ کے سابق صدر جناب نوید انور نوید ایڈووکیٹ مختصر علالت کے بعد انتقال فرماگئے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے نائب امیر جناب ڈاکٹر غلام محمد طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئے۔
- جمعیت علمائے اسلام ضلع گوجرانوالہ کے امیر حضرت مولانا علی احمد جامی انتقال فرماگئے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے امیر حضرت مولانا قاضی عزیز الرحمٰن کی والدہ محترمہ گزشتہ ماہ انتقال فرماگئے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مبلغ حضرت مولانا راشد مدنی کے نومولود بیٹے کا گزشتہ انتقال ہوگیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان تمام مرحومین کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ ادارہ لولاک تمام مرحومین کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور جماعتی احباب سے درخواست کرتا ہے کہ مرحومین کے لئے قرآن خوانی اور دعائے مغفرت کا اہتمام کریں۔

تبصرہ کتب!

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے...... ادارہ!

تفسیر چرخی: مصنف: حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ: صفحات: ۴۰۸: قیمت: ۲۵۰: ملنے کا پتہ: جمعیت پبلی کیشنز: متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول وحدت روڈ لاہور!

حضرت مولانا یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد غزنوی چرخیؒ ۶۲۷ ہجری میں غزنی کے قصبہ چرخ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عرب وعجم کی معروف درسگاہوں سے دینی علوم کا اکتساب کیا۔ تصوف میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ جبکہ قطب الارشاد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار ایسے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ وقت آپ سے بیعت اور مجاز تھے۔ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے رسائل نمبر۱: ابدایہ۔ نمبر۲: انیسہ۔ نمبر۳: حواریہ۔ نمبر۴: شرح اسماء الحسنٰی۔ نمبر۵: طریقہ ختم احزاب۔ نمبر۶: رسالہ نائیہ کے تراجم محترم جناب محمد نذیر رانجھا نے کئے ہیں۔ اب انہوں نے تفسیر چرخی جو تعوذ وتسمیہ وفاتحہ اور آخری دو پاروں پر مشتمل ہے ان کا فارسی سے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کا ایک رسالہ ''اصحاب وعلامات قیامت'' کے وہ متلاشی ہیں۔ اردو ترجمہ کے خواہان اگر اس کا بھی ترجمہ ہوگیا تو علوم حضرت چرخیؒ کو اردو زبان میں منتقل کرنے کا معرکہ سر کرنے میں جناب محمد نذیر رانجھا کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ تفسیر چرخی آخری دو پاروں پر مشتمل ہے اور اس کا اسلوب علوم قرآنی کے بیان کے ساتھ ساتھ اصلاح قلوب بھی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ مترجم کو جزائے خیر دیں کہ انہوں نے برصغیر کے اردو خواندہ حضرات کے لئے علوم حضرت چرخیؒ کے خزانہ کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اہل علم علوم قرآنی کے شیدائی مساجد ومدارس اور خانقاہوں اور تصوف کے شناور حضرات کے لئے گراں قدر تحفہ ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی قدر کی جائے۔

الاکسیر فی اثبات التقدیر: مولف: شیخ العارفین شیخ ابن عطاء سکندری: مترجم: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ: صفحات: ۱۹۲: قیمت: درج نہیں: ناشر وملنے کا پتہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان!

شیخ العارفین شیخ ابن عطاء سکندری نے الاکسیر فی اثبات التقدیر تحریر فرمائی۔ اسلامی عقائد میں تقدیر کا مسئلہ اہم امور میں سے ہے۔ اس اہمیت کے پیش نظر امام الاولیاء حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے اس کے ترجمہ کے لئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو حکم فرمایا۔ حضرت تھانویؒ نے اردو میں ترجمہ کیا اور اس ترجمہ کا نام التنویر فی اسقاط التدبیر تجویز کیا۔ ۱۳۶۵ھ دیوبند سے یہ شائع ہوئی۔ اب چالیس سال کے بعد اس نسخہ کو کمپوزنگ کرکے

جناب حافظ محمد اسحٰق نے ادارہ تالیفات اشرفیہ سے ''تقدیر وتدبیر'' کے نام پر شائع کیا ہے۔ لیکن تمام تر تدابیر کے باوجود تقدیر پر ایمان مومن ہونے کے لئے اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔

علم کی بارش: مولف: حضرت مولانا عتیق الرحمٰن: صفحات: ۱۶۰: قیمت: درج نہیں: ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ فوارہ چوک ملتان!

جامعہ اشرفیہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد عتیق الرحمٰن نے مختلف عنوانات پر بارہ مضامین ترتیب دیئے جسے زیر نظر کتاب ''علم کی بارش'' میں یکجا کردیا گیا ہے۔ بہت ہی معلومات افزاء عبادت وریاضت سے متعلق خزانہ جمع ہوگیا ہے۔

آداب الصالحین: مولف: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ: صفحات: ۳۳۶: قیمت: درج نہیں: ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان!

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فارسی زبان میں ''آداب الصالحین'' مرتب فرمائی۔ اسلامی اخلاق وآداب پر اسے ''ماحصل'' قرار دیا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کے شاگرد حضرت مولانا نواب قطب الدین خان نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ حضرت مولانا شیخ زید خان جلال آبادی کی مجالس میں اسے بارہا حرفاً حرفاً پڑھا گیا۔ اس میں معیشت ومعاشرت کے احکام' مصاحبت ومخالطت کے آداب مذکور ہیں۔ ترجمہ قدیم اردو میں تھا۔ اس لئے آپ کی خواہش پر آپ کے ایک مسترشد حضرت مولانا عبدالرحمٰن نے جدید اردو میں سلیس ترجمہ کیا۔ انڈیا سے یہ شائع ہوئی۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ نے کمپوزنگ وتصحیح کے اہتمام سے اسے شائع کرکے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے علوم تک پاکستان کے اردودان طبقہ کی رسائی کا سامان کردیا ہے۔

تعارف مختلف بائیس دینی رسائل

(۱)...... داڑھی منڈوانا۔ مرتبہ جناب حافظ محمد اسحٰق ملتانی۔ (۲)...... قیامت کے آثار احادیث کی روشنی میں۔ مرتبہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ۔ (۳)...... مسجد کا پیغام از افادات حضرت مولانا محمد تقی عثمانی۔ (۴)...... تعویذ گنڈے اور جھاڑ پھونک کی شرعی حیثیت از حضرت مولانا محمد تقی عثمانی۔ (۵)...... حضور علیہ السلام کا حسن وجمال۔ مرتبہ جناب حافظ محمد اسحٰق ملتانی۔ (۶)...... حضور اکرم ﷺ کے شب روز۔ جناب حافظ محمد اسحٰق ملتانی۔ (۷)...... ازواج مطہراتؓ (امہات المومنین) انتخاب از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔ (۸)...... بے ادبی کا انجام۔ (۹)...... بادشاہ اللہ والوں کے دربار میں۔ (۱۰)...... موبائل فون رحمت یا زحمت۔ (۱۱)...... جادو کا توڑ قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ (۱۲)...... مسلمانوں کی قدر وقیمت۔

50

تحصیل وضلع کی سطح پر ختم نبوت کانفرنسیں وتربیتی کلاسیں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کے سہ ماہی اجلاس میں مرکز کی طرف سے ذیل کے تبلیغی دورے تجویز کیے گئے ہیں جن میں تحصیل وضلع کی سطح پر ختم نبوت کانفرنسیں اور تربیتی کلاسیں منعقد ہوں گی، قارئین سے گذارش ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں مبلغین سے مل کران پروگراموں کو کامیاب بنائیں۔

6مارچ 2006	ڈیرہ غازیخان	23مارچ 2006	بہاولنگر
10مارچ 2006	اٹک	24مارچ 2006	بہاولنگر
11مارچ 2006	گجرات	25مارچ 2006	حاصل پور
12مارچ 2006	منڈی بہاؤالدین	26مارچ 2006	منڈی یزمان
13مارچ 2006	جہلم	29مارچ 2006	وہاڑی
14مارچ 2006	خانیوال	31مارچ 2006	رحیم یارخان
16مارچ 2006	جھنگ	2تا14اپریل 2006	اندرون سندھ
18مارچ 2006	ٹوبہ	15تا18اپریل 2006	کراچی
19مارچ 2006	ساہیوال	21اپریل 2006	چناب نگر
20مارچ 2006	اوکاڑہ	22اپریل 2006	حافظ آباد
21مارچ 2006	قصور	23،24اپریل 2006	گوجرانوالہ
22مارچ 2006	پاکپتن	25،26اپریل 2006	سیالکوٹ

ختم نبوت زندہ باد

غلام رسول زاہد ایس ایس پی

ایس ایس پی غلام رسول زاہد صاحب گذشتہ سال اقوام متحدہ کی طرف سے امن مشن پر کسوو گئے وہاں انہیں ایک سال گزارنا تھا، وطن واپسی پر انہوں نے اپنا کسوو کا سفرنامہ مرتب کیا، یہ سفرنامہ ''کسوو میں ایک سال'' کے نام سے آج کل اشاعت کی تیاریوں سے گزر رہا ہے، اس سفر کے دوران ان کی ملاقات ایک پاکستانی قادیانی پولیس آفیسر سے بھی ہوئی، پہلی ملاقات میں قادیانی افسر خود کو قادیانی بتانے سے گریز کرتا رہا لیکن جب غلام رسول زاہد صاحب نے کریدا تب مجبوراً اس نے بتایا کہ وہ قادیانی ہے۔

غلام رسول زاہد صاحب اچھے ادیب اور شاعر بھی ہیں .... اپنے ملک میں وہ ایک ایماندار پولیس آفیسر مشہور ہیں، کرائے کے مکان میں رہتے ہیں، انہوں نے اپنے اس سفرنامے میں قادیانیوں کے بارے میں بہت معنی خیز تبصرہ کیا ہے، یہ تبصرہ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن حیرت انگیز ہے، ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں

قادیانیوں کے بارے میں لمبی چوڑی قانونی، فقہی اور علمی بحث کی بجائے میں صرف ایک چھوٹی سی سیدھی سادھی بات پر اکتفا کروں گا، میری طرح ہر پولیس افسر جانتا ہے کہ کسی ایسے شخص کے لئے جو باقاعدہ طور پر پولیس کی ملازمت میں داخل نہ ہو، اختیارات کا استعمال تو بہت دور کی بات ہے، صرف وردی پہن لینا بھی قانوناً ایک قابل مواخذہ جرم ہے، جس کی سزا بھی ہے...... اسلام کے بنیادی عقیدے کی نفی اور تمام اہل اسلام کو کافر قرار دینے کے بعد قادیانیوں کا مسلمانوں میں شمولیت کا دعویٰ عقل اور اخلاق کے نزدیک قابل قبول نہیں، اس سے تو کہیں بہتر تھا وہ ایک بالکل نئے دین کی بنیاد ڈالتے اور خم ٹھونک کر اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے، ان کے اس ہم رنگ دام میں نہ جانے کتنے معصوم مسلمان شکار ہو چکے ہیں۔

زوبن پوتک نامی ایک سرحدی سٹیشن پر ایک افریقی قادیانی افسر کو جب دو پاکستانی افسروں نے اصل صورتِ حال سے آگاہ کیا تو اس کے دل میں اسلام کی صحیح تعلیمات جاننے کا اشتیاق پیدا ہوا، معلوم نہیں کتنے سادہ لوح حق طلب انسان، اسلام کے حیات آفریں پیغام کے دھوکے میں قادیانیت کا زہر پی چکے ہیں۔

فتنہ قادیانیت کیخلاف کام کرنیوالوں کیلئے عظیم خوشخبری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نئی مطبوعات

☆ پاک و ہند میں متداول مطبوعہ انتیس فتاوی جات جو کہ قادیانی گروہ سے متعلق تھے ان سب کو اس جلد میں جمع کیا گیا ہے ☆ اس کی تبویب فقہی ترتیب کے مطابق کی گئی ہے ☆ کتاب العقائد 17 ابوب، کتاب الصلوۃ 2 ابواب، کتاب الجنائز 3 ابواب، کتاب الذبائح 2 ابواب، کتاب النکاح 3 ابواب، کتاب الحظر والاباحۃ 1 باب پر مشتمل ہے ☆ اس کتاب میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث مکاتب فکر کے تمام مفتیان کے فتنہ قادیانیت سے متعلق تمام مطبوعہ فتاوی جات کو یکجا کر دیا گیا ہے ☆ قادیانی لاہوری عقائد، ظہور مہدی، خروج دجال، مسیح موعود کی پہچان، حیات مسیح علیہ السلام، رفع ونزول، ختم نبوت، قادیانی شبہات، قادیانی کلمات کفر وارتداد، قادیانیوں کے وجوہ کفر و وجبات کفر، ارتداد کی سزا، مرزائی اور تعمیر مسجد، قادیانی جنازہ، قادیانی مردہ، قادیانی وراثت، قادیانی نکاح، ثبوت نسب، گویا عہد سے لحد تک قادیانی فتنہ سے متعلق تمام احکامات کو ترتیب وار جمع کر دیا گیا ہے۔

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/60 روپے

کتاب VP ہرگز نہ ہوگی

محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم، احسان و توفیق، عنایت و رحمت سے فتاوی ختم نبوت کی دوسری جلد پیش خدمت ہے۔ پہلی جلد میں تقریباً تیس متداول فتاوی جات سے قادیانیت کے خلاف ہزاروں فتاوی کو جمع کیا گیا تھا اس جلد ثانی میں ان رسائل کو جمع کر دیا گیا ہے جو مختلف اوقات میں قادیانیت کے خلاف فتاوی جات رسائل کی شکل میں شائع ہوتے رہے۔ اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم کی بارش نازل فرمائیں ان حضرات کی ارواح طیبہ پر جنہوں نے قادیانیت کیخلاف فتوی کے میدان کو سر کیا۔ اس جلد میں چھوٹے بڑے ۳۱ رسائل شامل ہیں۔ ہم نے تاریخ ترتیب فتوی یا تاریخ اشاعت کو سامنے رکھ کر ''اسلامی تقویم تاریخ'' کی کتاب کے مطابق (تقریباً) ترتیب قائم کی ہے۔ اللہ تعالی سہو نسیان سے درگزر فرمائیں۔ مزید رسائل ایسے بھی ہیں جو قادیانی کفریات کی شرعی حیثیت متعین کرنے کے نقطہ سے لکھے گئے، انہیں ہم انشاء اللہ العزیز فتاوی ختم نبوت کی تیسری جلد میں شائع کریں گے۔ یوں قادیانی فتنہ سے متعلق امت مسلمہ کی فتاوی جات کی تمام جدوجہد ان تین جلدوں میں جمع ہو جائے گی۔ حق تعالی محض اپنے فضل وکرم سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اس سعی کو بھی اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔ بحرمۃ النبی الامی الکریم!

قیمت -/150 روپے ڈاک خرچ -/60 روپے

تالیف: مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری رحمہ اللہ

رئیس قادیان

مصنف نے قادیانیت کے بانی کی لن ترانیوں کا طلسم توڑا ہے۔

اس کتاب میں مرزا قادیانی کی دکان آرائی کے صحیح واقعات منظر عام پر آگئے ہیں۔

ابواب کی ترتیب میں عموماً واقعات کی ترتیب کے وقوع کا لحاظ رکھا ہے۔

حصہ اول کے ۱۲۷ ابواب اور حصہ دوم کے ۱۹۹ ابواب ہیں۔

مرزا قادیانی کے لڑکپن، بھولپن، جوانی، حیوانی، بڑھاپا، سیاپا کے تمام تر مستند واقعات درج ہیں۔

مرزا قادیانی کی پیدائش سے وفات تک کے تمام واقعات ایسے دلنشین انداز میں بیان کئے ہیں کہ پڑھنے سے واقعات کی فلم آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے کتاب اردو ادب کا مرقع ہے۔

عمدہ کتابت، بہترین طباعت، کاغذ سفید عمدہ

قیمت -/100 روپے ڈاک خرچ -/60 روپے

ملنے کا پتہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: ۴۵۱۴۱۲۲